ہندوستان میں
عورتوں کو درپیش مسائل و مشکلات

مولانا محمد شمشاد ندوی

ناشر

فرید بکڈپو (پرائیویٹ) لمٹیڈ

corp.off: 2158 M.P.street. pataudhi house.DaryaGanj N.Delhi

phone:011-23289786/23289159/23262486

E-maid:farid@vanl.net. in
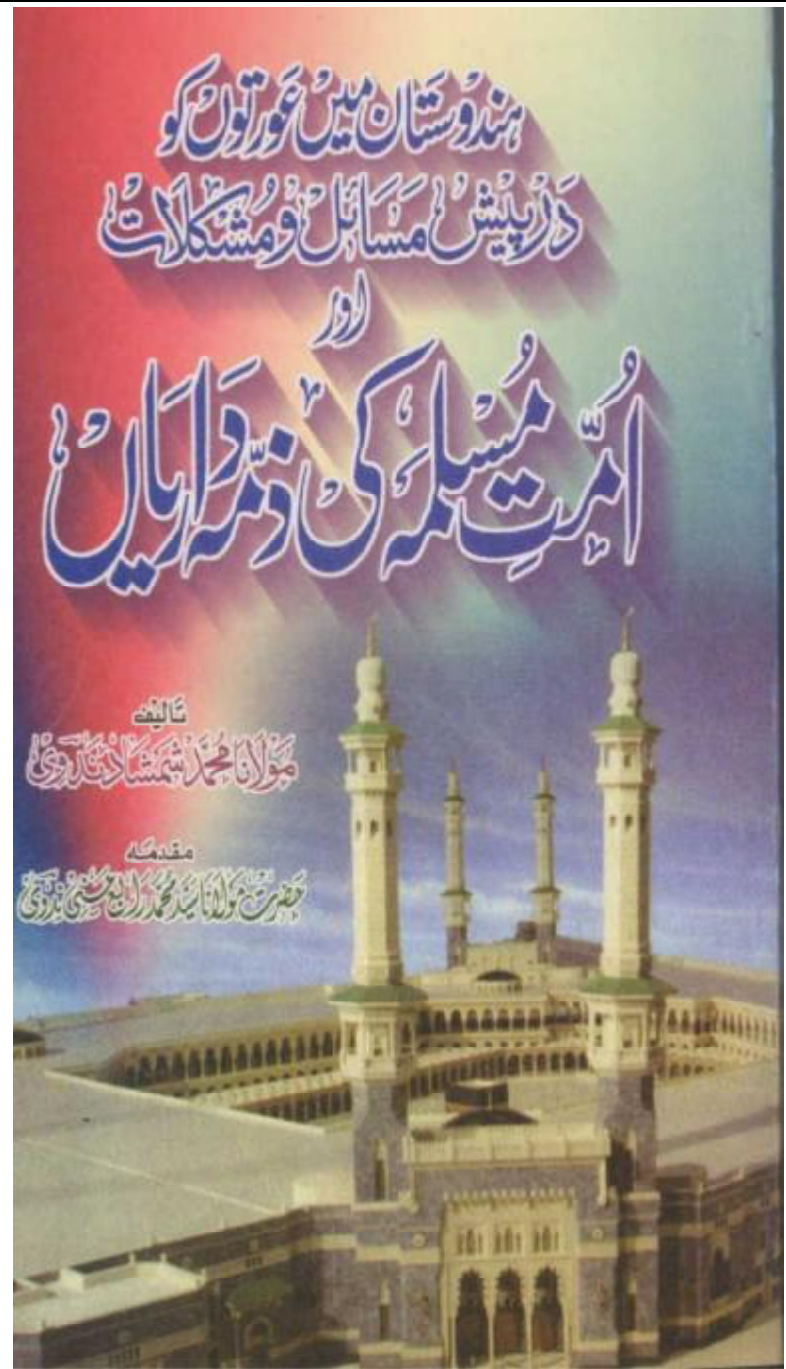
نام کتاب : ہندوستان میں عورتوں کو درپیش مسائل اور مشکلات

مصنف : مولانا محمد شمشاد ندوی

سن اشاعت : ۱۴۲۵ھ مطابق ۲۰۰۴ء

ایڈیشن : اول

تعداد : ۳۰۰۰

صفحات : ۱۲۰

کمپیوٹر کتابت : گلوبل اُردو کمپیوٹرس، رام گنج بازار، جے پور

ناشر : فرید بکڈپو پرائیویٹ لمٹیڈ، نئی دھلی

ملنے کے پتے

(۱) مکتبہ ندویہ، دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

(۲) مکتبہ امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ، بہار

(۳) جامعہ الہدایہ، رام گڑھ روڈ، جے پور

فہرست

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی

ناظم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

صدر: آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ۔ صدر: دینی تعلیمی کونسل اتر پردیش
نائب صدر عالمی رابطۂ ادب اسلامی لکھنؤ۔ رکن رابطۂ عالم اسلامی، مکہ مکرمہ
صدر مجلس تحقیقات ونشریات اسلام ندوۃ العلماء لکھنؤ

الحمد للّٰہ وحدہ، والصلاۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ سیدنا محمد بن عبداللہ الأمی و علی آلہ و صحبہ أجمعین، و من تبعھم باحسان الی یوم الدین و بعد!

عورتیں ہمیشہ ظلم وستم کا نشانہ بنتی رہی ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں ان کے ساتھ جو سلوک کیا جاتا تھا وہ تاریخ میں انسانیت کا ایک بدنما داغ ہے۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ جس کے گھر لڑکی پیدا ہوتی وہ پریشان ہو جاتا قرآن نے اس کی تصویر کشی کی ہے۔

واذا بشر أحدھم بالأنثی ظل وجھہ مسوداً و ھو کظیم، یتواری من القوم من سوء ما بشر بہ أ یمسکہ علی ھون أم یدسہ فی التراب ألاسآء ما یحکمون. (۱)

’’حالانکہ جب ان میں سے کسی کو بیٹی کے (پیدا ہونے) کی خبر ملتی ہے تو اس کا منھ کالا پڑ جاتا ہے، اور وہ (دل) میں گھٹتا رہتا ہے اور بُری خبر پر

---

(۱) النحل ۵۸. ۵۹

چھپا چھپا پھرے کیا اس (مولود) کو ذلت کی حالت میں لیے رہے یا اسے مٹی میں گاڑ دے، ہائے کیسی بُری تجویز کرتے رہتے ہیں‘‘۔

اسلام نے عورتوں کے حقوق متعین کیے۔ ان کو آزادی اور احترام دیا۔ ان کو عصمت و حیا کی چادر دی اور وہ پاکیزہ کردار دیا جو ساری دنیا کے لیے نمونہ ہے۔ خاص طور پر آج کے حالات میں جبکہ ان کو نیلام کی منڈی پر چڑھایا جا رہا ہے اور ان کو جگہ جگہ ٹھوکریں کھانی پڑ رہی ہیں۔ اس کی زیادہ ضرورت ہے کہ ان کے حقوق جانے جائیں اور خود ان کو اسلام نے جو تعلیمات دی ہیں وہ ان سے آراستہ ہوں اور اپنی صحابیات کا نمونہ سامنے رکھیں۔

بڑی خوشی کی بات ہے کہ ’’ہندوستان میں عورتوں کو درپیش مسائل و مشکلات اور امت مسلمہ کی ذمہ داریاں‘‘ کے عنوان سے عزیزی مولوی محمد شمشاد ندوی صاحب نے مستقل ایک کتاب مرتب کی ہے۔ اس موضوع پر وہ جو کچھ لکھتے رہے ہیں اس کو کتابی شکل میں پیش کر رہے ہیں تاکہ اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھایا جا سکے، وہ اس سے پہلے بھی بعض اہم موضوعات پر تصنیفی کام کر چکے ہیں۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کے کاموں کو قبولیت سے نوازے اور لوگوں کو ان سے فائدہ پہونچے۔

محمد رابع حسنی ندوی
ندوۃ العلماء لکھنؤ

۱۹؍ ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

مولانا حفظ الرحمٰن صاحب اعظمی ندوی حفظہ اللہ

استاذ جامعۃ الہدایہ، جے پور وچیرمین جمعیۃ الاصلاح، جے پور

موجودہ زمانے میں جبکہ چہار سو ظلم واستبداد اور حق تلفی کا دور دورہ ہے، مردوں کی بنسبت خواتین کچھ زیادہ ہی اس کا شکار ہیں، اور برادران اسلام بھی ''خیر أمة'' ہوتے ہوئے اس معاملے میں غیر مسلموں کے نقش قدم پر چل رہے ہیں اور ان کے گھروں میں وہ سب کچھ ہونے لگا ہے جو غیر مسلموں کے گھروں میں خواتین کے ساتھ سلوک روا رکھا جاتا ہے۔ اگر ایک غیر مسلم خاتون جہیز کا مطلوبہ سامان ساتھ نہ لانے کی وجہ سے دردناک موت کا شکار ہوجاتی ہے تو مسلم خاتون بھی لالچی اور دنیا دار سسرال والوں کے ہاتھوں موت سے دوچار ہو جاتی ہے۔ ان ناگفتہ بہ حالات کی وجہ سے آج بھی تقریباً وہی صورتحال ہے جو زمانہ جاہلیت میں تھی جبکہ لڑکی کی پیدائش کو عار محسوس کرتے ہوئے بچی کو زندہ درگور کردیا جاتا تھا جس کا نقشہ قرآن نے یوں کھینچا ہے۔

واذا بشر أحدهم بالأنثى ظل وجهه مسودا وهو كظيم. يتوارى من القوم من سوٓء ما بشربه أيمسكه على هون أم يدسه فى التراب ألاساۤء مايحكمون. (۱)

''ان میں سے جب کسی کو لڑکی ہونے کی خبر دی جائے تو اس کا چہرہ سیاہ

(۱) النحل ۵۸۔۵۹

ہو جاتا ہے۔ اور دل ہی دل میں گھٹنے لگتا ہے، اس بُری خبر کی وجہ سے لوگوں سے چھپا چھپا پھرتا ہے، سوچتا ہے کہ کیا اس کو ذلت کے ساتھ لئے ہوئے ہی رہے، یا اسے مٹی میں دبادے۔ آہ! کیا ہی بُرے فیصلے کرتے ہیں۔''

مذکورہ بالا آیتوں میں مسلمانوں کو یہ تعلیم دی جارہی ہے کہ لڑکی کی پیدائش پر چیں بجبیں ہونا غیر مسلموں کا شیوہ ہے مسلمانوں کو کسی طرح بھی یہ زیب نہیں دیتا۔ رسول اللہ ﷺ نے لڑکی کو لڑکے کے مقابلے کمتر نہ سمجھنے پر والد کو جنت کا مستحق قرار دیا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ روایت کرتے ہیں:

قال رسول الله ﷺ من كانت له أنثى فلم يئدها ولم يهنها ولم يؤثر ولده عليها. قال: يعني الذكور، أدخله الله الجنة. (۱)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کی بیٹی ہو اور وہ اسے زندہ درگور نہ کرے، نہ اسے ذلیل کرے اور نہ اپنے بیٹے کو اس پر ترجیح دے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا''۔

اور شوہر کو اپنی بیوی کے ساتھ حسن سلوک کی ترغیب دی تاکہ گھر کا ماحول خوشگوار رہے چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا:

خيركم خيركم لأهله و أناخيركم لأهلى، واذا مات صاحبكم فدعوه. (۲)

''تم میں سے اچھا وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا ہے اور میں اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہوں اور جب تمہارا کوئی ساتھی فوت ہوجائے تو اس کا پیچھا چھوڑ دو۔''

(۱) سنن ابوداود حدیث نمبر ۵۱۴۶
(۲) جامع ترمذی حدیث نمبر ۳۸۹۵

لڑکیوں اور عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی ہدایات کے باوجود مسلمان گھروں میں بھی ان کے ساتھ بُرا سلوک کیا جاتا ہے۔ اور ہلاک کرنے کی کوشش بھی کی جاتی ہے جس کا اندازہ اس سلسلے میں سرکاری و غیر سرکاری اعداد و شمار سے لگایا جا سکتا ہے۔ نیز لڑکیوں سے چھیڑ چھاڑ، اغوا، زنا بالجبر کے واقعات کا کثیر تعداد میں ہونا، جہیز تِلک وغیرہ کی وجہ سے شادیوں کا دشوار ہونا اور ان اسباب کی وجہ سے معتد بہ تعداد میں عورتوں کا جسم فروشی کے پیشہ سے منسلک ہونا یہ ایسے عوامل ہیں جن کی وجہ سے لڑکی کی پیدائش کو زمانہ جاہلیت کی طرح ایک عار تصور کیا جانے لگا ہے، اور پیدائش سے پیشتر ہی الٹرا ساؤنڈ کے ذریعہ جنس معلوم کر کے اسقاط حمل کرا دیا جاتا ہے۔ ایک رپورٹ کے مطابق صرف ہندوستان میں ہر سال ایک کروڑ بارہ لاکھ اسقاط حمل کے واقعات ہوتے ہیں جبکہ اسقاط حمل کے خلاف سخت قوانین وضع کئے گئے ہیں۔

جناب مولانا محمد شمشاد ندوی صاحب استاذ جامعۃ الہدایہ جے پور کی اس تصنیف میں جو بڑی محنت اور کدوکاوش سے تیار کی گئی ہے انہی سارے مسائل پر روشنی ڈالی گئی ہے اور مصنف نے موضوع سے متعلق اعداد و شمار پیش کر کے اس کو ایک دستاویزی حیثیت دی ہے۔ اور سرپرستوں، خاوندوں اور عورتوں کو شرعی تعلیمات کی روشنی میں ایسی ہدایات پیش کی ہیں جن پر عمل کر کے معاشرے کو خوشگوار بنایا جا سکتا ہے۔ امید ہے کہ مولانا کی یہ کتاب ان کی پہلی تصنیف ''جہیز ایک ناسور'' کی طرح مقبولیت حاصل کرے گی، اور اہل علم و اصلاح معاشرہ کا درد رکھنے والے اس کتاب سے استفادہ کریں گے اور مؤلف کو دعائے خیر دیں گے۔

حفظ الرحمٰن اعظمی ندوی

جامعۃ الہدایہ، جے پور

۱۹/ مارچ ۲۰۰۴ء

ابتدائیہ

تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ اسلام سے پہلے عورت ہر قسم کے حقوق سے محروم تھی، ذلت و گمنامی کی زندگی گزار رہی تھی۔ اسلام کے آنے کے بعد ان کو تمام جائز و فطری حقوق عطا ہوئے اور عزت و سربلندی سے ہمکنار ہوئی اور دنیا نے ان کو انسان کا درجہ دیا اور کچھ حقوق عطا کیا لیکن افسوس کہ اسلام سے مکمل استفادہ نہ کرنے کی وجہ سے اس سلسلہ میں افراط و تفریط کے شکار ہوگئے۔ انڈونیشیا کے بعد بھارت میں مسلمانوں کی آبادی سب سے زیادہ ہے، وہ صدیوں سے اس ملک میں برادرانِ وطن کے ساتھ زندگی گزار رہے ہیں اور انہوں نے آٹھ سو سال تک اس ملک پر حکمرانی بھی کی ہے لیکن افسوس کہ انہوں نے برادرانِ وطن کو اپنے اعمال و اخلاق سے اس قدر متاثر نہیں کیا جتنا کرنا چاہیے بلکہ خود مسلمانوں نے ان کی بعض تہذیب و رسوم کو اپنا لیا نتیجتاً جن مصائب میں وہ گرفتار تھے ان میں مسلمان بھی گرفتار ہوگئے، حالانکہ مسلمان ایسی تعلیمات کے حامل ہیں جن کے ہوتے ہوئے کسی نظام و طریقہ کی جانب دیکھنے کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی ہے۔ ہندوستان کیا پوری دنیا میں عورتوں کے حقوق پامال ہو رہے ہیں، ان کو مختلف قسم کے مشکلات و پریشانیوں کا سامنا ہے۔

زمانہ جاہلیت کی طرح ہمارے معاشرے میں لڑکی کی پیدائش پر غم و اندوہ اور لڑکے کی پیدائش پر خوشی کا اظہار کیا جاتا ہے اور بسا اوقات لڑکی کو دنیا میں آنے سے پہلے پیٹ ہی میں ہلاک کر دیا جاتا ہے تو کبھی پیدائش کے بعد ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ جو لڑکیاں زندہ رہ جاتی ہیں ان کو بھی کئی قسم کے خطرات و مشکلات سے دو چار ہونا پڑتا ہے۔ خصوصاً ان کی

شادی کے لئے والدین اور رشتہ داروں کو کیا کچھ نہیں کرنا پڑتا ہے اگر کسی طرح ان کی شادی ہوجائے تو شادی کے بعد کی زندگی آرام وسکون اور عزت وراحت سے گذر جائے یہ سبھی عورتوں کے نصیب میں کہاں ہے ان میں سے ایک بڑی تعداد ان عورتوں کی ہے جن کو سسرال میں طعن و تشنیع ، بدزبانی و بدکلامی اور ظلم و زیادتی کا سامنا ہوتا ہے۔ جب معاملہ آگے بڑھ جائے تو طلاق ،خلع ،قتل و ہلاکت اور کیس ومقدمہ تک جا پہنچتا ہے۔

مسلمان جو اچھائیوں کو پھیلانے اور برائیوں کے مٹانے جیسے اہم فریضہ سے سرفراز کیے گئے ہیں ، وہی اس ملک کے عورتوں کو انصاف دلا سکتے ہیں اور ان کی مختلف پریشانیوں کو دور کرسکتے ہیں ، یہ اسی وقت ہوگا جب ہم اسلام کے ہر حکم پر عمل پیرا ہوں گے اور ہمارا خاندان اور معاشرہ اسلامی سانچے میں ڈھلا ہوگا اور ہم ان تمام برائیوں سے دور ہوں گے جن سے ہم اس ملک کو نکالنا چاہتے ہیں اگر امت مسلمہ نے بھی برائیوں کو مٹانے اور اچھائیوں کو پھیلانے کے اہم فریضہ چھوڑ دیا تو کون ہے جو اس اہم فریضہ کو انجام دے گا، اسی مقصد کی خاطر راقم الحروف نے ہندوستان میں عورتوں کو درپیش مسائل ومشکلات اور امت مسلمہ کی ذمہ داریاں کے عنوان سے ایک مقالہ تیار کیا جس کی اشاعت ماہنامہ ہدایت میں قسط وار ہوئی ۔ علمائے کرام نے اس مقالہ کو پسند کیا اور افادۂ عام کی خاطر کتابی شکل میں شائع کرنے کا مشورہ دیا لیکن راقم دیگر علمی مشغولیات کی وجہ سے اس کی جانب فوری طور پر توجہ نہیں دے سکا۔لیکن اس سال عیدالاضحیٰ کی تعطیلات میں سفر نہ کرنے اور جامعہ میں رہ کر علمی کام کرنے کا عزم وارادہ کیا تو سب سے پہلے اس پر نظر ثانی و اضافہ کی فکر دامن گیر ہوئی۔ بہت محنت وعرق

ریزی کے بعد الحمدللہ یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچا۔

ہندوستان میں عورتوں کو جن مسائل ومشکلات کا سامنا ہے ان کو مختصر یوں بیان کیا جاسکتا ہے۔

(۱) قبل از ولادت جدید آلات کی مدد سے لڑکیوں کی شناخت کرکے ہلاک کرنا (اگرچہ مشین کی غلط معلومات کی بناء پر لڑکے کا ہلاک ہوجانا)۔

(۲) اسقاط حمل کرانے کے نتیجہ میں ماؤں کی ہلاکت۔

(۳) ولادت کے بعد بچیوں کو مختلف طریقوں سے ہلاک کرنا۔

شادی میں دشواری کے وجوہات:

(۴) تلک (نقد رقم) اور جہیز کے مطالبات اور ان کا عمومی چلن ورواج

(۵) منگنی کا جدید طریقہ، اخراجات ونقصانات۔

(۶) بارات میں جم غفیر کا آنا اور باراتیوں کے لئے عمدہ طعام و رہائش کا نظم کرنا ، دولہا کے سرپرست ورشتہ دار اور باراتیوں کا دلہن والوں کو ذلیل ورسوا کرنا۔

(۷) دیگر رسومات ولوازمات کی تکمیل میں اخراجات۔

شادی کے بعد ان پر مظالم:

(۸) دلہن سے مزید رقوم وسامان کا مطالبہ کرنا۔

(۹) مطلوبہ سامان ورقم نہ ملنے پر ذہنی وجسمانی تکالیف دینا۔

(۱۰) خودکشی پر مجبور کرنا۔

(۱۱) ان کو زندہ جلا دینا۔

(۱۲) ان کو طلاق دے دینا۔

(۱۳) ان کو خلع پر مجبور کردینا۔

(۱۴) ان کو نوکرانی و خادمہ کا مقام دے دینا۔

(۱۵) دلہن کے والدین و رشتہ دار کے دیئے ہوئے سامان و روپئے پر دولہا یا اس کے والدین کا قابض ہوجانا اور دُلہن کی مرضی کے بغیر استعمال کرنا۔

(۱۶) طلاق وخلع یا تفریق کے بعد ان کے کل سامان و مال کو واپس نہ کرنا

(۱۷) ان کو میکے جانے اور رشتہ داروں سے ملنے پر بلا وجہ پابندی لگا دینا۔

(۱۸) اس کے مال کو اپنے مال میں ضم کر لینا اور مزید دولت حاصل نہ کرنے اور الگ جمع کرنے کا حق نہ دینا۔

معاشرہ میں ان کا استحصال و عدم تحفظ

(۱۹) اغوا، زنا بالجبر، چھیڑ چھاڑ اور فحش اشارات و کنایات سے ان کی عزت و آبرو کو پامال کرنا۔

(۲۰) اغوا کر کے، بہلا پھسلا کر کے، خرید و فروخت کر کے یا دولت کا لالچ دلا کر جسم فروشی کے پیشہ میں لگا دینا یا شادی کی دشواریوں کے وجہ سے ان کا اس پیشہ سے وابستہ ہو جانا۔

(۲۱) مختلف تجارتی مقاصد سے ان کو عریانیت و فحاشی کی طرف مائل کرنا اور مختلف مقاصد میں ان کو استعمال کرنا، یا شوہر یا اس کے رشتہ دار کی طرف سے ان کو اس کام میں ملوث کر دینا، یا سماجی بندھن کے مضبوط نہ ہونے کی وجہ سے عورتوں کا ان کاموں سے وابستہ ہو جانا۔

مذکورہ اشارات کو مد نظر رکھتے ہوئے کتاب مرتّب کی گئی ہے لیکن اس عنوان پر تفصیلی کام کی ضرورت ابھی باقی ہے، انشاء اللہ اگلا ایڈیشن نظر ثانی و ترمیم و اضافہ کے بعد منظر عام پر آئے گا۔

عزیزی محمد مجیب عالم نے چند انگریزی اقتباسات کو اردو میں منتقل

کرنے میں میری مدد کی اللہ ان کو علم نافع اور دونوں جہاں کی ترقی و کامیابی نصیب کرے، اور اسلام کی خدمت و سربلندی کے لئے قبول فرمائے۔ آمین

استاذ محترم حضرت مولانا سید محمد رابع صاحب حسنی ندوی مدظلہ العالی کا بیحد ممنون ہوں کہ انہوں نے گوناگوں مصروفیات کے باوجود مقدمہ تحریر فرمایا اسی طرح مولانا حفظ الرحمٰن صاحب ندویؔ مدنی استاذ جامعۃ الہدایہ جے پور کے بے حد شکر گذار ہیں کہ انہوں نے اس کتاب پر پیش لفظ تحریر فرمایا۔ اللہ ناشر کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے اس کتاب کی طباعت و اشاعت کی ذمہ داری قبول کر کے عوام و خواص تک اس کتاب کو پہنچانے میں میری مدد کی۔

اللہ اس کتاب کو مفید و نافع بنائے اور راقم کے حق میں ذخیرہ آخرت بنا دے۔ آمین

محمد شمشاد ندویؔ

جامعۃ الہدایہ، رام گڑھ روڈ، لال واس

جے پور۔۳۰۳۰۱۳

۶/۲/۲۰۰۴ء

۱۴/۱۲/۱۴۲۴ھ

لڑکیوں کے زندہ دفن کیے جانے کے خلاف اسلام کا بے مثال کردار

اسلام کے ظہور سے قبل ہر طرف ضلالت و گمراہی، ظلم و زیادتی اور حق تلفی و ناانصافی کا دور دورہ تھا، کمزور و بے بس، محتاج و فقیر، یتیم و بیوہ ظلم و استحصال میں مبتلا، اور صنف نازک ظلم و حق تلفی کی چکی میں پس رہی تھی، لڑکیاں پیدا ہوتے ہی زندہ دفن کردی جاتی تھیں، اس دور کے واقعات کو سن کر آج بھی رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں، خصوصاً ان احادیث کو پڑھ کر جن میں صحابۂ کرامؓ نے اپنی لڑکیوں کو زندہ درگور کردینے کے واقعات حضور اکرم ﷺ کے سامنے بیان فرمائے اور آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے لیکن آج اس دور سے زیادہ سنگین واقعات پیش آرہے ہیں، عورتوں پر مظالم کے نت نئے طریقے حالات زمانہ کی وجہ سے پیدا ہوگئے ہیں اور سائنسی ترقی نے لڑکیوں کے زندہ دفن کردینے کے نئے نئے طریقے لوگوں کے حوالہ کردیے ہیں، لیکن ہماری بے دینی و غفلت کا یہ حال ہے کہ ان کو دیکھ کر ہمارے اندر بے چینی پیدا ہوتی ہے نہ اس کے خاتمہ کے لیے کوشش کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے بلکہ دیگر اقوام کے ساتھ خود بھی غیر شرعی امور انجام دے رہے ہیں، حالانکہ امت مسلمہ برائیوں کو مٹانے اور اچھائیوں کو پھیلانے کے لیے برپا کی گئی تھی، ۱۹۸۹ء کی رپورٹ کے مطابق گذشتہ چالیس سالوں میں ۲۷ ہزار عورتیں جہیز کی وجہ سے ہلاک کردی گئیں یہ سلسلہ تاہنوز جاری ہے، یہ بھی حقیقت ہے کہ ہلاک کی جانے والی بیشتر عورتیں ہندو دھرم سے تعلق رکھتی ہیں۔ لیکن بحیثیت امت مسلمہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم ظلم، قتل اور ناانصافی کے خلاف آواز بلند کریں اور اس کے خاتمہ کے

لئے حتی المقدور کوشش کریں، کسی بھی قوم و ملت کی لڑکیوں و عورتوں پر ظلم ہو اور انہیں زندہ جلا دیا جائے ہمیں اس کے خلاف اقدامات کرنا چاہئے۔ اگر حضور اکرم ﷺ باحیات ہوتے تو اس ظلم و بربریت کو دیکھ کر تڑپ اٹھتے اور آپ ﷺ کو اس وقت تک چین و سکون حاصل نہ ہوتا جب تک کہ اس ظلم و بربریت اور ناانصافی و حق تلفی کا خاتمہ نہ ہوجاتا۔ آج حضور اکرم ﷺ ہم میں موجود نہیں لیکن آپؐ کا اسوۂ حسنہ ہمارے پاس موجود ہے لیکن ہم خود ہی قرآن و حدیث سے روگردانی کرکے اپنی بیوی اور بہو کو جلا رہے ہیں یا ان کو خودکشی پر مجبور کر رہے ہیں تو بھلا ہم دیگر عورتوں پر ہورہے مظالم و ناانصافی کا کیسے صفایا کرسکتے ہیں۔ اگر ہم نہیں اٹھے تو کون ہے جو اس کے خلاف کمربستہ ہوگا۔ آیئے ہم سبھی عہد کریں کہ بلاتفریق مذہب و ملت خواتین پر ہورہے مظالم و ناانصافی کو دور کرنے کی حتی المقدور کوشش کریں گے۔

اللہ ہمیں اپنا بھولا ہوا سبق یاد کرنے، احساس ذمہ داری پیدا کرنے اور اسلامی تعلیمات کے مطالعہ کی روشنی میں ہندوستانی عورتوں کے مسائل و مشکلات کو حل کرنے کی توفیق و ہمت عطا فرمائے۔ آمین

زمانہ جاہلیت میں لڑکیوں کو زندہ دفن کردینے کا عام رواج تھا اسلام نے اس کے خلاف سب سے پہلے آواز بلند کی اور اللہ کے اس فرمان نے اس سنگدلانہ حرکت کے خاتمہ میں اہم رول ادا کیا:

واذا الموؤدة سئلت. بأی ذنب قتلت (۱)

''اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس گناہ پر قتل کی گئی تھی؟''

---

(۱) سورہ تکویر. آیت ۹۔۸

اسلام نے لڑکیوں کے قتل پر پابندی عائد کرتے ہوئے اسے عظیم گناہ قرار دیا۔ اوراس رسم کے خاتمہ کے لئے ہر ممکن تدبیر کی۔ اسلام کے آنے کے بعد وہی لڑکیاں جو معاشرہ میں ننگ و عار اور حقارت و ذلت کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھیں اب محبت وشفقت اورعزت وعظمت کی نگاہ سے دیکھی جانے لگیں۔

زمانہ جاہلیت کے برعکس دور اسلام میں لڑکی کس نگاہ محبت سے دیکھی جاتی ہے اس کا ایک نمونہ اس واقعہ میں ملاحظہ کیجئے۔

ادائے عمرہ کے موقع پر آنحضرت ﷺ مکہ سے روانہ ہونے کا قصد کرتے ہیں۔ سید الشہداء حمزہ رضی اللہ عنہ کی یتیم بچی امامہ جو مکہ میں رہ گئی تھی چچا چچا کہتی دوڑتی آتی ہے، حضرت علیؓ ہاتھوں میں اٹھا لیتے اور حضرت فاطمہ زہراؓ کے حوالہ کرتے ہیں کہ یہ لوتمہارے چچا کی بیٹی ہے، حضرت علیؓ کے بھائی حضرت جعفر طیارؓ کہتے ہیں کہ یہ بچی مجھ کوملنی چاہئے کہ یہ میرے چچا کی لڑکی ہے اوراس کی خالہ میرے گھر میں ہے، حضرت زید آگے بڑھ کر کہتے ہیں کہ حضور: یہ لڑکی مجھ کوملنی چاہئے کہ حمزہؓ میرے مذہبی بھائی تھے، حضرت علیؓ کا دعویٰ ہے کہ یہ میری بہن بھی ہے اور پہلے میرے ہی گود میں آئی ہے۔ آنحضرت ﷺ اس دل خوش کن منظر کو دیکھتے ہیں، پھر سب کے دعوے مساوی دیکھ کر اس کو یہ کہہ کر اس کی خالہ کے گود میں دے دیتے ہیں کہ خالہ ماں کے برابر ہوتی ہے۔(۱)

لڑکیوں کی پرورش و تربیت پر جنت کی خوشخبری:

اسلام نے صرف لڑکیوں کے قتل پر ہی پابندی عائد نہیں کی بلکہ اس کو ہر

(۱) صحیح بخاری جلد۴ رصفحہ۱۵۵۱۔ حدیث ۴۰۰۵ ر باب عمرۃ القضاء

اس جائز حق سے سرفراز کیا جس کی وہ مستحق تھی اوراس کی تعلیم پر خصوصی توجہ دینے کی تاکید کی اوراس کی تعلیم وتربیت کرنے والوں کو جنت کی خوشخبری دی، حضوراکرم ﷺ نے فرمایا:

’’ من كان له ثلاث بنات أو ثلاث أخوات أو ابنتان أو أختان فأحسن صحبتهن واتقى الله فيهن فله الجنّة‘‘.(۱)

’’جس کے یہاں تین لڑکیاں ہوں یا تین بہنیں ہوں یا دو بیٹیاں یا دو بہنیں ہوں اوراس نے ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا اوران کے سلسلے میں اللہ سے ڈرتا رہا تواس کے لیے جنت ہے۔‘‘

جھنم کی آگ سے نجات:

لڑکی کی پرورش ونگہداشت، تعلیم وتربیت اور شادی میں کوئی بھی پریشانی آتی ہے تو جہنم کی آگ سے خلاصی کا ذریعہ ہوگی، حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا:

’’من ابتلى بشئ من البنات فصبر عليهن كن له حجاباً من النار.‘‘(۲)

’’جوکوئی لڑکیوں کی وجہ سے کچھ بھی آزمائش میں مبتلا کیا گیا اوراس نے اس پر صبر کیا تو وہ لڑکیاں اس کے لیے آگ سے بچاؤ ہوں گی۔‘‘

اللہ کی رحمت بھانہ تلاش کرتی ھے:

اولاد سے ماں کی محبت وممتا اوران کے ہر دکھ و درد کو برداشت کرنا

(۱) ترمذی ج۴ رص۲۸۲ر دارالکتب العلمیۃ بیروت

(۲) ترمذی ج۴ رص۲۸۱

اپنی مثال آپ ہے۔ لیکن اللہ کو اپنے بندوں سے ماں سے بھی زیادہ محبت و تعلق ہے، بندوں کو نوازنے کے لیے اس کی رحمت بہانہ ڈھونڈتی ہے اور اس کے دربار میں معمولی کام پر زیادہ اجر وثواب ہے، ذرا اس حدیث کو بغور پڑھیں۔

عن عائشةؓ قالت دخلت امرأة معها ابنتان لها فسألت فلم تجد عندی شیئاً غیر تمرة فاعطیتها ایاها فقسمتها بین ابنتیها ولم تأکل منها ثم قامت فخرجت فدخل النبی صلی الله علیه وسلم فاخبرته فقال النبی صلی الله علیه وسلم من ابتلی بشیٔ من هذه البنات فأحسن الیهن کن له ستراً من النار.(۱)

''حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں ایک عورت ان کے پاس اپنی دو لڑکیوں کے ساتھ آئی اور اس نے دست سوال پھیلایا تو اس نے میرے پاس ایک کھجور کے علاوہ کچھ بھی نہیں پایا، میں نے اس کو وہ کھجور دے دیا اس نے اس کو اپنی دو بیٹیوں کے درمیان تقسیم کردیا اور اس میں سے کچھ بھی نہیں کھایا، پھر کھڑی ہوئی اور چلی گئی اس کے بعد رسول ﷺ تشریف لائے تو میں نے ان کو اس سے آگاہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: جوان لڑکیوں کی وجہ سے کچھ بھی آزمائش میں مبتلا کیا گیا اور اس نے اس کے ساتھ حسن سلوک کیا تو وہ اس کے لیے آگ سے بچانے والی ہوگی۔''

لڑکی پر لڑکے کو ترجیح نہ دینے والوں کے لیے جنت:

عن عباسؓ قال قال رسول ﷺ من کانت له أنثی فلم یئدها

(۱) ترمذی ج۴/ص۲۸۲/ حدیث/۱۹۱۵

ولم یهنها ولم یؤثر ولده یعنی الذکور علیها أدخله الله الجنّة .(۱)

''حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کے پاس ایک لڑکی ہو اور وہ اس کو زندہ درگور نہ کرے اور اس کو کمتر نہ سمجھے اور لڑکے کو اس پر ترجیح نہ دے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کرے گا۔''

لڑکی پر خرچ کرنے والوں کے لئے اجر و ثواب:

لڑکیوں پر خرچ کرنا بھی صدقہ ہے اور صدقہ پر اجر وثواب ملتا ہے۔
حضرت ابوامامہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ومن أنفق علی امرأته وولده واهل بیته فهی صدقة'' (۲)

''جس نے اپنی بیوی اور اولاد اور گھر والوں پر خرچ کیا وہ اس کے لیے صدقہ ہے۔''

دوسرے موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا:

'' دینار أنفقتَه فی سبیل اللّٰه......ودینار أنفقتَه علی أهلک أعظمها أجراً الذی أنفقته علی أهلک''(۳)

''ایک دینار جسے تم اللہ کے راستے میں خرچ کرو ....اور ایک دینار جسے تم اپنے اہل وعیال پر خرچ کرو اِن میں سب سے بڑھ کر اجر اُس کا

(۱) مسند احمد بن حنبل ج/۱ ص/۲۲۳/ ابوداؤد ۵۱۴۶
(۲) الترغیب والترهیب للمنذری ج۳ ص ۶۲
(۳) مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب فضل النفقة علی العیال ج۲، ص۶۹۰

مسرت حاصل ہوتی ہے، لڑکی کے پیدا ہوتے ہی مستقبل کی تمام پریشانیاں اور اندیشے ہے جسے تم اپنے اہل وعیال پر خرچ کرو‘‘۔

خوش نصیب والدین:

اسلام میں لڑکیوں کی پرورش ونگہداشت ،تعلیم وتربیت ،حسن سلوک اور مناسب جگہ ان کی شادی کرنے پر اجر وثواب اور جنت کی خوشخبری دی گئی ہے، خوش نصیب ہیں وہ والدین جن کو اپنی لڑکی کی پرورش ونگہداشت کرنے اور ان کو تعلیم وتربیت سے آراستہ کرنے کی سعادت ملی اور وہ ان کی پرورش ونگہداشت کرکے جنت کے مستحق ہوئے اور پاکیزہ نسل کی افزائش میں تعاون کرکے امت مسلمہ کو فیض یاب کیا، اس لیے کہ صالح نسل کے لیے صالح ماں کا ہونا ضروری ہے، لڑکی کی اچھی تعلیم وتربیت جہاں والدین کے لیے باعث اجر وثواب ہے اور دنیاوی راحت واطمینان ہے وہیں آئندہ اپنے شوہر کے لیے سامانِ سکون اور سسرال والوں کے لیے نعمت غیر مترقبہ ہے ، وہ والدین جو لڑکی کی پرورش ونگہداشت اور ان کی تعلیم وتربیت میں کوتاہی کرتے ہیں، ان کی کوتاہی خود ان کے حق میں رسوائی و پریشانی اور سسرال والوں کے لیے کوفت وخلفشار کا پیش خیمہ ہے اور پاکیزہ نسل اور صالح معاشرہ کے لیے زہر ہلاہل ہے۔

والدین کی کوتاھیاں اور اس کے مضر اثرات:

لڑکی کی پرورش ونگہداشت، تعلیم وتربیت اور کفالت و اخراجات کا بدلہ جنت ہے، لیکن ان امور سے کوتاہی وغفلت کے متعلق قیامت میں پوچھا جائے گا، ان والدین کے لئے کس قدر رسوائی و ذلت اور ندامت کا موقع ہوگا جب قیامت کے دن ان سے ان کے

ماتحت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

كلّكم راع و كلكم مسئول عن رعيته، الامام راع و مسئول عن رعيته، والرجل راع فى أهله وهو مسئول عن رعيته، والمرأة راعية فى بيت زوجها و مسئولة عن رعيتها. (۱)

ترجمہ :۔’’تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے، اور ہر ایک سے اس کے ماتحت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ امام نگہبان ہے اور اس سے اس کے رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ آدمی اپنے اہل وعیال کا نگہبان ہے اس سے اس کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ اور عورت اپنے شوہر کے گھر کی ذمہ دار ہے اس سے اس کی ذمہ داری کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی۔‘‘

مسلم معاشرے میں جاھلانہ نظریات اور باطل افکار:

افسوس کہ ان واضح ہدایات کے باوجود آج ہمارے معاشرے میں عورتوں کو وہ مقام حاصل نہیں ہے جو مقام ان کو اسلام نے عطا کیا ہے ،آج ہمارے معاشرے میں وہ تمام نظریات وافکار داخل ہوگئے ہیں جن سے ہمیں اسلام نے چھٹکارا دیا تھا، آج ہمیں لڑکیوں کی پیدائش پر رنج وغم اور لڑکے کی پیدائش پر خوشی ودامن گیر ہو جاتے

(۱) بخاری ج ۱/ص ۱۶۰، دار المعرفہ، بیروت، باب الجمعہ فی المدن والقری

ہیں، جب ہم اپنے معاشرے کے حالات کا جائزہ لیتے ہیں تو وہ زمانہ یاد آجاتا ہے جس میں لڑکی کی پیدائش پر لوگوں کے چہرے کالے ہو جایا کرتے تھے، اس نقشہ کو قرآن نے یوں کھینچا ہے۔

واذابشر أحدهم بالأنثیٰ ظل وجهه مسودّاً وهو کظیم☆ یتواریٰ من القوم من سوٓء ما بشر به ، أیمسکه علی هون أم یدسه فی التراب ، ألاسآء ما یحکمون. (۱)

''ان میں سے جب کسی کو لڑکی ہونے کی خبر دی جائے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور دل ہی دل میں گھٹنے لگتا ہے اس بری خبر کی وجہ سے لوگوں سے چھپا چھپا پھرتا ہے، سوچتا ہے کہ کیا اس کو ذلت کے ساتھ لئے ہوئے ہی رہے یا اسے مٹی میں دبادے آہ! کیا ہی برے فیصلے کرتے ہیں۔''

أم یدسه کی تفسیر:

تفسیر رازی میں ''ام یدسہ'' کی تفسیر یوں بیان کی گئی ہے:

ثم قال (ام یدسه فی التراب) والدس، اخفاء فی الشئ یروی أن العرب کانوا یحفرون حفیرة ویجعلونها فیها حتی تموت وروی عن قیس بن عاصم أنه قال یا رسول الله انی وأریت ثمانی بنات فی الجاهلیة ، فقال علیه السلام أعتق عن کل واحدة منهن رقبة وقال یا نبی الله انی ذوابل فقال اهد من کل واحدة منهن هدیاً، وروی ان رجلاً قال یا رسول الله ما أجد حلاوة الاسلام منذ أسلمت فقد کانت لی فی الجاهلیة ابنة فأمرت امرأتی أن تزیّنها فأخرجتها الیّ فانهیت بها الی واد بعید القعر فألقیتها فیه فقالت یا أبت قتلتنی

(۱) سورۂ نحل آیت ۵۸۔۵۹

فکلما ذکرت قولها لم ینفعنی شیء فقال علیه السلام ما کان فی الجاهلیة فقد هدمه الاسلام وکان فی الاسلام یهدمه الاستغفار. (۱)

''الدس'' کے معنی ہیں کسی چیز میں چھپا دینا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ عرب کنواں کھود دیتے تھے اور وہ اپنی لڑکی کو اس میں ڈال دیتے یہاں تک کہ وہ مرجاتی اور بیان کیا گیا کہ قیس بن عاصم نے رسول ﷺ سے فرمایا میں زمانۂ جاہلیت میں آٹھ لڑکیوں کو زندہ دفن کر چکا ہوں یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: ان میں ہر ایک کی طرف سے غلام آزاد کرو۔ تو انہوں نے کہا، اللہ کے نبی! میں اونٹ والا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ان میں سے ہر ایک کی طرف سے ایک اونٹ ہبہ کرو۔ روایت کیا گیا کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے کہا۔ اسلام لانے کے بعد میں نے اسلام کی حلاوت کو نہیں پایا (اس کی وجہ یہ ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں میری ایک لڑکی تھی میں نے اپنی بیوی کو حکم دیا کہ وہ اس کو آراستہ کر دے تو اس نے اسے میرے حوالہ کیا پھر میں اس کو لے کر ایک گہری کھائی میں پہنچا اور میں نے اس کو اس میں ڈال دیا تو اس نے کہا اے میرے والد! آپ نے مجھے مار ڈالا۔ جب بھی میں اس کی بات یاد کرتا ہوں تو مجھے کسی چیز میں دلچسپی نہیں رہ جاتی ہے، یہ سن کر حضور ﷺ نے فرمایا: جو کچھ زمانۂ جاہلیت میں ہوا اس کو اسلام نے منہدم کر دیا اور جو کچھ اسلام میں ہو اس کو استغفار مٹا دیتا ہے۔''

عرب میں لڑکیوں کو ہلاک کرنے کے مختلف طریقے:

عرب اپنی لڑکیوں کو زندہ کیوں دفن کرتے تھے؟ اس کی بابت تفسیر رازی میں یوں مذکور ہے:

۱۔ تفسیر الرازی ج ۱۰ ص ۵۸ الجزء العشرون

واعلم انهم كانوا مختلفين فى قتل البنات فمنهم من يحفر الحفرة ويدفنها فيها الى ان تموت، و منهم من يرميها من شاهق ومنهم من يغرقها ومنهم من يذبحها وهم كانوا يفعلون ذلک تارة للغيرة والحمية وتارة خوفاً من الفقر والفاقة ولزوم النفقة. (۱)

’’عرب لڑکیوں کے قتل میں ایک دوسرے سے الگ تھے، ان میں سے بعض لوگ کنواں کھودتے تھے اور اس میں اس کو دفن کردیتے تھے یہاں تک کہ اس کی موت ہوجاتی، ان میں سے بعض اپنی لڑکی کو بلند پہاڑ سے پھینک دیتے، بعض اس کو غرق کردیتے ، بعض اس کو ذبح کردیتے ، وہ کبھی یہ عمل غیرت وخودداری کی وجہ سے کرتے تو کبھی فقروفاقہ کے خوف سے کرتے تھے‘‘۔

زمانہ جاھلیت کا ایک دلخراش واقعہ:

لڑکیوں کو زندہ دفن کردینے کے واقعات کو سن کر حضور ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی روپڑتے ،خصوصاً ان صحابہ کرام کی ندامت وافسوس کا کیا پوچھنا جنھوں نے زمانہ جاہلیت میں اپنی لڑکیوں کو ہلاک کردیا تھا۔سنن الدارمی کی ایک روایت میں زمانہ جاہلیت کا ایک دلدوز واقعہ مذکور ہے :

عن الوضين أن رجلاً أتى النبى ﷺ فقال يا رسول الله انا كنا أهل جاهلة وعبادة أوثان فكنا نقتل الأولاد وكانت عندى ابنة لى فلما اجابت وكانت مسرورة بدعائى اذا دعوتها فدعوتها يوما

(۱) تفسیر الرازی: ج ۱۰ص ۵۸، دارالفکر، بیروت

فأتبعتنى فمررت حتى أتيت بئرا من أهلى غير بعيد فأخذت بيدها فرديت بها فى البئر فكان آخر عهدى بها ان تقول يا ابتاه يا ابتاه ! فبكى رسول الله ﷺ حتى وكف دمع عينيه فقال له رجل من جلساء رسول الله ﷺ احزنت رسول الله ﷺ فقال له كف فانه يسأله عما اهمه ثم قال له اعد على حد يثک فأعاده فبكى حتى وكف الدمع من عينيه على لحيته ثم قال له ان الله قد وضع عن الجاهلية فاعملوا فاستأنف عملک". (۱)

’’حضرت وضین سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم جاہلیت والے اور بتوں کی عبادت کرنے والے تھے، ہم اپنی اولاد کو قتل کرتے تھے ، میری ایک بیٹی تھی (جو مجھ سے بہت مانوس تھی) جب میں اس کو پکارتا تو خوش ہوکر دوڑی دوڑی میرے پاس آتی تھی ۔ ایک روز میں نے اس کو بلایا اور اپنے ساتھ لے کر چل پڑا قریب ہی راستہ میں ایک کنواں آیا میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے کنوئیں میں دھکا دے دیا۔آخری آواز جو اس کی میرے کانوں میں آئی وہ تھی ’’ہائے ابّا ہائے ابّا‘‘ یہ سن کر رسولؐ رو دیے اور آپ ﷺ کے آنسو بہنے لگے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے ایک نے کہا، اے شخص! تو نے رسول اللہ ﷺ کو غمگین کردیا تو حضور ﷺ نے فرمایا: اُسے مت روکو جس چیز کا اسے سخت احساس ہے اس کے متعلق پوچھ رہا ہے ، پھر آپؐ نے فرمایا کہ اپنا قصہ پھر بیان کرو، اس نے دوبارہ اسے بیان کیا اور آپؐ سن کر اس قدر روئے کہ آپ ﷺ کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی۔اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ جاہلیت میں جو کچھ ہوا اسے اللہ نے معاف کردیا اب نئے سرے سے اپنی زندگی کا آغاز کرو۔‘‘

(۱) سنن الدارمی: ج ۱ص ۳،۴

زمانۂ جاہلیت میں جس کثرت سے لڑکیوں کی ہلاکت کے دلخراش واقعات پیش آرہے تھے اس سے لڑکیوں کی تعداد میں بے حد کمی واقع ہوجاتی اور دنیاوی نظام درہم برہم ہوجاتا، لیکن اللہ نے اپنی خاص حکمت سے چند مخصوص لوگوں کے دلوں میں لڑکیوں سے ہمدردی کا ایسا جذبہ پیدا فرمایا تھا جو اپنی ہی نہیں بلکہ غیروں کی لڑکیوں کو بھی ہلاکت سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کرتے تھے۔ انہی معدودِ چند لوگوں میں فرزدق شاعر کے دادا صعصعہ بھی تھے جنہوں نے ۳۶۰ر لڑکیوں کو زندہ دفن ہونے سے بچالیا تھا۔ طبرانی میں ہے:

عن صعصعة بن ناجية المجاشعي وهو جد الفرزدق قال قلت يا رسول الله انى عملت أعمالا فى الجاهلية فهل لى فيها من أجر قال وما عملت قال أحييت ثلث مائة وستين موؤدة ، اشترى كل واحد منهن بناقتين عشراوين و جمل فهل لى فى ذلك من أجر فقال النبى صلى الله عليه وسلم لک أجره اذ منَّ اللّٰه عليك بالاسلام. (۱)

فرزدق (شاعر) کے دادا صعصعہ بن ناجیہ المجاشعی روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے زمانۂ جاہلیت میں کچھ (اچھے) اعمال بھی کیے ہیں کیا مجھے اس پر اجر ملے گا۔ آپؐ نے فرمایا تم نے کیا کام کیا ہے؟ انہوں نے کہا میں نے تین سو ساٹھ لڑکیوں کو زندہ دفن ہونے سے بچالیا اور ہر ایک کی جان بچانے کے لیے دو دو اونٹ دیے۔ کیا مجھے اس پر اجر ملے گا۔ یہ سُن کر آپؐ نے فرمایا: ہاں! تمہارے لیے اجر ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ نے تجھے اسلام کی نعمت عطا فرمائی''۔

---

(۱) الدر المنثور: ج ٦ ص ۳۲۰ (سورہ تکویر کی تفسیر میں)

زمانہ جاہلیت نئے رنگ و روپ میں

زمانۂ جاہلیت نئے رنگ و روغن اور جدید ساز و سامان سے آراستہ ہوکر تہذیب جدید کی شکل اختیار کر چکی ہے، زمانہ جاہلیت میں لڑکیوں سے نجات پانے کے سنگدلانہ و بے رحمانہ طریقے ضرور تھے لیکن موجودہ ترقی یافتہ اور مہذب جاہلیت میں ماں کے پیٹ ہی میں لڑکی کی شناخت کر کے قتل کرنے یا پیدائش کے بعد مختلف طریقوں سے ہلاک کرنے کے واقعات جس کثرت سے وقوع پذیر ہورہے ہیں ان کو دیکھتے ہوئے زمانہ جاہلیت کی سنگدلی و بے رحمی ہیچ معلوم ہونے لگتی ہے، افسوس تو اس وقت زیادہ ہوتا ہے جب ہم یہ پاتے ہیں کہ جس اسلام نے عرب سے اس سنگدلانہ رواج کا خاتمہ کیا اسی مذہب کے پیروکار لڑکیوں سے نجات حاصل کرنے کے تمام وسائل اختیار کرکے عظیم گناہ کا ارتکاب کررہے ہیں اور اپنے عمل سے اس پر روک لگانے کے بجائے اس کی تائید و توثیق کررہے ہیں۔

الٹرا سونو گرافی مشین کے غلط استعمال پر پابندی:

موجودہ دور میں الٹرا سونو گرافی وغیرہ جیسی جدید تکنیک سے دوران حمل، لڑکی کی شناخت کرکے اسقاط حمل کرادیا جاتا ہے، حالانکہ جنوری ۱۹۹۴ء سے دوران حمل جنس کی شناخت کیلئے الٹرا سونو گرافی وغیرہ جدید تکنیک کے استعمال پر پابندی عائد ہے ان کی خلاف ورزی کرنے والوں کے لئے سزا کا اہتمام بھی کیا گیا ہے(۱) اس قانون کا نام ہے:

The pre-natal diagnostie Techniques (Regulation and prevention of misuse act 1994)

---

(۱) دعوت دہلی ۴ر اکتوبر ۱۹۹۹ء

اسقاط حمل کے لئے ترغیبات و اشتہارات :

لیکن دوسری جانب اسقاط حمل کے لیے ترغیبات اور نت نئے طریقے و رسائل اختیار کئے جا رہے ہیں۔ اس کام کے لئے کروڑوں روپئے خرچ کیے جارہے ہیں۔ ریڈیو، ٹیلی ویژن اور اخبار و رسائل میں اشتہارات شائع کئے جا رہے ہیں اور جگہ جگہ پوسٹرس اور بینرس لگائے جارہے ہیں ۔ ان اشتہارات میں سے ''مشتے نمونہ از خروارے'' کے مصداق ایک اشتہار پیش ہے۔ ''پانچ ہزار روپئے خرچ کرکے مستقبل میں پچاس ہزار روپئے بچائیے۔ یعنی اگر پیٹ میں لڑکی ہے تو اس کا حمل ضائع کرکے شادی کے اخراجات سے بچیئے۔

ہندوستان میں ہرسال ایک کروڑ بارہ لاکھ اسقاط حمل :

بھارت میں اسقاط حمل پر خواتین کے مشہور ماہنامہ فمینا (Famina 1st April 1995) میں ایک تحقیقی رپورٹ شائع ہوئی تھی، اس رپورٹ کے مطابق ہندوستان میں ہرسال ایک کروڑ بارہ لاکھ اسقاط حمل کے واقعات ہوتے ہیں جس میں ہرسال بیس ہزار عورتیں موت کا شکار ہو جاتی ہیں۔ اس رپورٹ میں مزید کہا گیا ہے کہ ہر ایک ہزار پیدا ہونے والے بچوں پر ۴۶۲/ اسقاط حمل ہوتے ہیں۔ یعنی ہندوستان میں ہر دو پیدا ہونے والے بچوں پر ایک اسقاط حمل کا واقعہ ہوتا ہے۔(۱)

ایک ہاسپٹل کا مالی تخمینہ اور اس سے حاصل کثیر منافع :

بھارت کے گوشے گوشے میں قبل از ولادت بچیوں کو قتل کرنے والے ہاسپٹلوں میں صرف ایک ہاسپٹل (قتل کرنے والی فیکٹری) کی

---

(۱) سہ روزہ دعوت دہلی ۱۶/اپریل ۱۹۹۹ء

مالیت کا تخمینہ پانچ بلین (پچاس کھرب) لگایا جاتا ہے۔ ہزاروں ڈاکٹر اس سے وابستہ ہیں۔ ماں کے رحم میں بچہ کی جنس معلوم کرنے والی مشین Ultrasound machines کی قیمت پانچ تا دس لاکھ کے درمیان ہوتی ہے، اس عمل کے ذریعہ قتل کرنے والی فیکٹری کے مالکان اور ڈاکٹر بڑے منافع حاصل کررہے ہیں۔

ایک رپورٹ کے مطابق ایسے سنٹر روپیہ سازی کی مشین ہیں، صاحب ثروت یہ خواہش کرتے ہیں کہ ان کے وارث لڑکے ہوں۔

Pre-Natal Diagnostic Centres سے متعلق ڈاکٹر فی اسقاط حمل 3000 سے 30,000 تک چارج لیتے ہیں، قانون سے بچنے کے لئے جنسی شناخت (Sex-determination) ایک سینٹر پر کیا جاتا ہے اور اسقاط حمل دوسرے سینٹر پر کیا جاتا ہے، اس کارروائی سے قانونی گرفت میں آنا مشکل ہوتا ہے۔

خیر مقدم کرنے والے اور ڈاکٹر بھی رمز و اشارہ میں بات کرتے ہیں جیسے ''آسمان نیلا ہے'' اور ''تمہارا بچہ صحیح ہے اور فٹ بال کھیلے گا'' یہ بتلانے کے لئے کہ پیدا ہونے والا لڑکا ہے۔ ''تم گلابی صحت میں ہو'' اور ''تمہارا بچہ گڑیئے کی طرح ہے'' یہ بتلانے کے لئے کہ پیدا ہونے والا بچہ لڑکی ہے۔

ایک اہم رپورٹ :

دنیا میں ہندوستان ایک ایسا ملک ہے جس میں عورتوں کا تناسب (Ratio) مردوں کے مقابلہ میں بڑی تیزی سے ہر سال گھٹ رہا ہے۔ ۱۹۸۱ کی مردم شماری کے مطابق ایک ہزار مرد کے مقابلے میں ۹۳۵ عورتیں تھی جبکہ ۱۹۹۱ کی مردم شماری سے یہ بات معلوم ہوئی کہ یہ تناسب مزید کم ہوکر ایک ہزار مرد کے مقابلہ میں ۹۲۹ عورتیں رہ گئی ہیں۔

جب پورے ملک میں ۱۰۰۰ / مردوں کے مقابلہ ۹۲۹ عورتیں تھیں تو اس وقت پنجاب میں ۱۰۰۰ / مردوں کے مقابلہ میں ۸۸۸ عورتیں تھیں۔ ۱۹۹۱ء کی مردم شماری کی رپورٹ کے مطابق پنجاب کے مختلف ضلعوں میں بہت فرق تھا۔ امرتسر میں ۱۰۰۰ / مردوں کے مقابلہ میں ۸۸۱ / عورتیں تھیں، جبکہ فرید کوٹ میں ایک ہزار مرد کے مقابلہ میں ۸۸۴ عورتیں تھیں، چنڈی گڑھ میں ۱۰۰۰ مردوں کے مقابلہ میں ۷۹۳ عورتیں تھیں۔ ہریانہ میں عورت و مرد کے تناسب کا یہ فرق بہت تیزی سے بڑھتا جا رہا ہے ۱۹۹۱ء کی مردم شماری سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ ہریانہ میں ۱۰۰۰ / مردوں کے مقابلہ میں ۸۶۵ عورتیں تھیں لیکن ۲۰۰۱ء کی مردم شماری خطرناک و تکلیف دہ ہے کہ ۶ سال تک کے لڑکے اور لڑکیوں کا تناسب کم ہو کر ۱۰۰۰ میں ۹۲۷ پر آ گیا ہے۔ جو اسقاط حمل کے ذریعہ لڑکیوں کو مار دینے کا واضح اشارہ ہے۔

تحقیق سے یہ واضح ہوا کہ گذشتہ دس سالہ عرصے کے دوران ہندوستان اور اس کے اہم شہروں میں لڑکیوں کی تعداد پستی کی طرف مائل ہے۔

City	2001	1991	شہر
Delhi	850	904	دہلی
Mumbai	898	942	ممبئی
Pune	906	943	پونے
Amritsar	783	881	امرتسر
Patiala	770	871	پٹیالہ
Ambala	784	888	انبالہ
Gurgaon	863	895	گڑگاؤں
Faridabad	856	884	فرید آباد
Kurukshetra	770	868	کرکشیٹرا
Ahmedabad	814	896	احمد آباد
Vadodara	873	934	گودھرا
Rajkot	844	914	راجکوٹ
Jaipur	897	925	جے پور
All - India	927	945	آل انڈیا

۱۹۹۱ء میں پورے ملک میں ایک ہزار لڑکوں کے مقابل ۹۴۵ لڑکیاں تھیں جبکہ دس سال کے بعد ۲۰۰۱ء میں ایک ہزار لڑکوں کے مقابل ۹۲۷ لڑکیاں رہ گئی ہیں۔

ادارہ خاندانی بہبود کا ایک ذمہ دار کہتا ہے کہ مردم شماری نے اس حقیقت کو واضح کر کے رکھ دیا ہے کہ ۲۰۰۱ء میں نوعمر کے جنسی تناسب میں جو زبردست کمی آئی ہے وہ جو وقت کے کسی لمحہ میں نہیں ہوا۔

ملک کی خوشحال ریاستوں میں سے ایک ریاست پنجاب قبل از ولادت ماں کے رحم میں ہی بچیوں کو قتل کر دینے میں تمام ریاستوں سے آگے ہے۔ ۲۰۰۱ء کی مردم شماری کے مطابق بچوں اور بچیوں کا تناسب کم ہو کر ۱۰۰۰ میں ۷۹۳ پر آ گیا ہے۔

ہریانہ اپنی پڑوسی ریاست پنجاب کی پیروی کر رہا ہے یہاں ہزار

لڑکے کے لئے ۸۲۰لڑکیاں پیدا ہوئی ہیں۔ اس خطرناک رجحان وعمل نے ہریانہ و پنجاب کی آبادی کو اس قدر متاثر کر دیا ہے کہ لوگ اپنے تیس تیس سال کے لڑکوں کے لئے جوڑی تلاش کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ اپنے لڑکوں کے لئے اپنے صوبے میں جوڑی تلاش کرنے میں قاصر لوگ اتر پردیش، بہار اور مدھیہ پردیش کا رخ کرتے ہیں اور وہاں سے نوجوان عورتوں کو ان کے والدین کو موٹی رقم دے کر اپنے یہاں لانے پر مجبور ہیں۔ اس معاملہ میں دہلی بھی زیادہ پیچھے نہیں ہے، گذشتہ دس سالوں میں جنسی تناسب میں زبردست انحطاط ہوا ہے۔ ۱۹۹۱ء کی مردم شماری کے مطابق لڑکیوں کا جنسی تناسب ۹۱۵ سے گھٹ کر ۸۶۵ پر آگیا ہے۔

بھارت کے حاکم اعلیٰ برائے مردم شماری جے۔ کے۔ بھانٹھیا کے مطابق نوعمر کے جنسی تناسب میں زبردست انحطاط سنجیدہ مسئلہ تھا۔ ان کے مطابق ۱۹۹۱ء میں صرف ایک ایسا ضلع تھا جس میں ۱۰۰۰ مرد کے مقابلہ میں ۸۴۹ عورتیں تھیں۔ لیکن ۲۰۰۱ء کی مردم شماری سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اب ۳۲ ضلعے ایسے ہیں جو جنسی تناسب میں انحطاط کے شکار ہیں اور مزید یہ کہ ۱۶/ضلعوں میں جس میں پنجاب کے ۶/اضلاع شامل تھے۔ جنسی تناسب ۸۰۰ سے بھی کم ہے۔

ایک دوسری قسم کی بھی تبدیلی ہوئی ہے، وہ یہ کہ ۱۹۹۱ء کی مردم شماری کے مطابق ۲۱/اضلاع ملک میں ایسے تھے جنھوں نے ہر ۱۰۰۰/مرد کے لئے ۹۹۹/عورت ہونے کا مثبت رجحان دکھائے لیکن اب ایسے ضلعوں کی تعداد گھٹ کر صرف آٹھ (۸) رہ گئی ہے۔

۱۹۸۰ء کے نصف میں تملناڈو کے مدھورائی ضلع میں لڑکیوں کے مارڈالنے کا عمل میڈیا میں سنجیدہ دھماکہ ثابت ہوا۔ اسی دوران راجستھان

میں منظّم شیر خوار بچی کشی (organized female infanticide) کے خوفناک عمل نے بھی سرخی قائم کی پورا ملک حیرت زدہ ہوگیا جب ایک راجستھانی ایم۔ ایل۔ اے (MLA) کو اپنی چار لڑکیوں کو مارڈالنے کا قصوروار ٹھہرایا گیا۔ راجستھان کے بھاتی برادری میں چالیس سے زیادہ سالوں کے بعد بارات کی آمد میڈیا کے لئے دلچسپ خبر تھی۔ جب لڑکیاں ہی نہیں تو بارات کی آمد کیوں ہو۔

اور اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ سماج میں مختلف وجوہات کی بناء پر لڑکیاں پیدا ہوتے ہی اپنے والدین کے ذریعہ بے رحمی سے مار ڈالی جاتی ہیں۔

جدید ٹکنالوجی کے فوائد و مقاصد اور اس کا غلط استعمال:

جدید ٹکنالوجی سے مطلوب ہے کہ وہ عورتوں کے صحتی خطرات گھٹانے میں مددگار ہو لیکن اس کے بجائے ہمارے ملک میں میاں بیوی اس ٹکنالوجی کا استعمال قدرت کے انمول عطیہ سے سبکدوشی ونجات پانے میں کررہے ہیں۔

ہندوستان ان نئی ٹکنالوجی کا (جس کا استعمال جنس کی شناخت کرنے کیلئے کیا جاتا ہے) سب سے بُرا استعمال کرنے والا ملک بن چکا ہے۔

زن کشی کی دوسری شکلیں جیسے ستی اور جہیز نہ ملنے کی وجہ سے مار ڈالنا وغیرہ مضحکہ خیز ہونے کی وجہ سے ابھی زیادہ مقبول نہیں ہیں۔ ہم ہندوستانی اپنی لڑکیوں سے حقارت ونفرت اور جنسی امتیاز قائم کر کے قتل کر رہے ہیں۔ جنین کی شناخت کرنے کی سہولت نے ہمارے معاشرہ میں عورتوں کے مرتبہ وقدر کو مزید پست کر دیا ہے۔

اس جرم کے خلاف ہمارے پاس قوانین موجود ہیں۔ (The
Pre-Natal & Diagnostic Techniques (Regulation)
Prevention of Misuse Act 1994) قبل از وقت ولادت کے فن تشخیص
کا طریقہ کار (قانون برائے غلط استعمال اور احتیاطی تدابیر ۱۹۹۴ء) واضح
طور پر یہ بیان کرتا ہے کہ الٹرا ساونڈ اور دوسرے آلات جن کا استعمال جنسی
شناخت کے لئے ہوتا ہے ان سے مطلوب ہے کہ وہ غیر معمولی علم توالد و
تناسل کا انکشاف کریں۔ اور ان کا استعمال غیر مولود بچے کی جنس کی شناخت
کرنے کے لئے نہ کیا جائے۔

ان باتوں کے سد باب کے لئے ہمارے پاس قوانین ہیں لیکن
ہمیں عوام الناس کو بیدار کرنے اور قانون شکنی کرنے والے ڈاکٹر کے
خلاف سخت تادیبی کاروائی کرنے اور قانون نافذ کرنے والوں کو چوکس
کرنے کی ضرورت ہے۔

مرکزی حکومت کے علاوہ تقریباً تمام ریاستیں ان جیسے قوانین پاس کر
چکی ہیں لیکن اس سمت میں ایک بھی قانون مکمل کامیاب نہیں ہوا ہے۔

غیر قانونی اسقاط حمل کے مراکز کی بھتات اور قوانین ہند کی بے بسی :

دہلی اور ملک کی مختلف جگہوں میں لوگوں کی ضرورت کو پورا کرنے والی
وافر تعداد میں Private Cliniccum Laboratories ہیں ان کی تعداد، قسم
اور جانچ کے طریقے مختلف ہیں، آلات کی قسم اور ڈاکٹروں کی اہلیت و قابلیت بھی
مختلف ہیں لیکن ان سب کا ہدف ایک جیسا ہے۔ یہ سب The Centres
for Genetic Diagnosis, Ultrasound Scan Sentres, Clinical
Labs وغیرہ جیسے نام سے جانے جاتے ہیں۔

ماضی میں جب یہ ٹکنالوجی ایجاد ہوئی اور ڈاکٹروں نے اس کو
اپنایا تو اس کو غیر قانونی سمجھ کر ہمیشہ پوشیدہ رکھتے تھے لیکن اب ان جیسے
Clinics (کلنکس) ملک کے گوشے گوشے ہی میں نہیں پھیلے ہیں بلکہ
دیہاتوں میں بھی قدم جما لئے ہیں۔ اور اپنے اچھے کام کی تشہیر اخبارات
کے ذریعہ کر رہے ہیں۔ پوسٹرس اور بینرز کے ذریعہ نشر و اشاعت کر رہے
ہیں۔

بسوں اور ٹرینوں میں چسپاں یہ پوسٹر لوگوں کو اپنی جانب متوجہ کر رہے
ہیں۔ اسقاط حمل کے مراکز تیزی سے پھیل رہے ہیں۔ لیکن قوانین ان جرائم
کے روکنے میں ناکام ہو چکے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ قوانین اس وقت مفید
ثابت نہیں ہو سکتے جب تک کہ معاشرتی بگاڑ کو دور کرنے کے ٹھوس اقدامات نہ
کئے جائیں۔ ۱۹۸۸ء میں مہاراشٹر نے اس جیسا ایک قانون پاس کر دیا تھا لیکن
وہ بھی اپنے مقصد میں کامیاب ہوتا ہوا نظر نہیں آرہا ہے۔ National
Commission of women (قومی ذمہ داری برائے زن) کے سروے سے
حیرت زدہ انکشاف ہوا۔ وہ یہ ہے کہ ممبئی میں اسقاط حمل کے ذریعہ مار دیئے گئے
۸۰۰۰ جنین میں سے صرف ایک جنین بچہ کا تھا۔ (۱)

لمحۂ فکریہ :

''مفکرین برائے مسئلہ زن'' اور ''تنظیم برائے زن'' عورتوں کو
درپیش مسائل و مشکلات سے بے حد پریشان ہیں۔ لیکن ایسے مؤثر اعمال
و اقدام کرنے سے قاصر ہیں جو ان کی ساری پریشانیوں کو دور کر دے
حالانکہ سال میں ایک مرتبہ بین الاقوامی سطح پر ''دن برائے زن'' منایا جاتا

1- Radiance Views Weekly Delhi 6-12 April 2003 - Page - 14,15

ہے۔ اس دن عورتوں کے حقوق اور ان کو درپیش مسائل پر سیمینار اور
کانفرس کا انعقاد بھی عمل میں آتا ہے اور تجاویز بھی پاس کی جاتی ہیں اور
مضامین و مقالات کی بھی نشر و اشاعت ہوتی ہے۔ اور سرکاری و غیر
سرکاری تنظیموں اور شخصیات کی جانب سے عورتوں کے حقوق کی بازیابی
کے لئے مختلف کوششیں کی جاتی ہیں۔

لیکن افسوس کہ ان کوششوں کے مثبت نتائج سامنے نہیں آرہے ہیں۔
بلکہ آئے دن ان کی مشکلات میں اضافہ ہی ہوتا جارہا ہے۔ لہٰذا ضرورت اس
بات کی بھی ہے کہ لوگوں کے کے ذہن وفکر کو بدلنے کی کوشش کی جائے اور ان
کے اندر ایک غیبی طاقت کا خوف پیدا کیا جائے۔

وزیر متحدہ برائے ''بہبودی صحت و کنبہ'' (The Union Minister
for health and family welfare) ششما سوراج نے اسقاط حمل کے
ذریعہ لڑکی کو مار دینے کے بڑھتے ہوئے رجحان پر فکر کا اظہار کیا اور ان کو اس بات
پر یقین ہے کہ قانون اسے تن تنہا نہیں روک سکتا، اگر قانون سے اس کا سد باب
ممکن ہوتا تو اس خطرہ کا خاتمہ ہو چکا ہوتا، وہ کون سی تدبیر ہے جس کے ذریعہ یہ
نسل کشی بند ہو جائے۔ اس سوال کے جواب میں وہ کہتی ہیں کہ ضمیر کو جھنجھوڑ دینے
والے نعرے اور کثیر آگاہی کی کوششیں کر سکتی ہیں۔ اس نے اس جیسا ایک نعرہ
لگا کر بھی بتایا مثلاً کنوارے رہ جاؤگے۔ اس نے مزید کہا ''ہم نے اس سال ٹے
نس اسٹار سینیا مرزا کے ساتھ بچی کے لئے مثبت کوشش شروع کردی ہے''۔
وزارت برائے صحت کے ۲۰۰۴ء کے یوم جمہوریہ کا ڈرامائی منظر بھی بچیوں کے
موضوع پر ہوگا۔ اس نے مزید کہا کہ'' صرف لڑکا ہی ترقی و کامیابی کا ضامن
ہے'' اس جیسے یقین کو مٹانے کے لئے مذہبی رائے قائم کرنے والوں کی مدد کی
ہمیں ضرورت ہے۔ فن لشکر کشی برائے وزارت لڑکیوں کے حق میں عوام کو جوش

دلانے کے لئے ایسے ممتاز اشخاص کے نام کی اشاعت کرتے ہیں جن کے پاس
صرف لڑکیاں ہی ہیں کوئی لڑکا نہیں ہے۔

پورنیما اڈوانی صدر'' نیشنل وومین کمیشن'' کی رائے ہے کہ نسوانی
اسقاط حمل (Female foeticide) کی روک تھام کرنے کے لئے عورتوں
کو بذات خود ایک اہم کردار ادا کرنا ہوگا۔ عورتیں اپنے رحم میں پرورش پاتے
جنین کو قتل کرنے کے خلاف جب تک بذات خود آواز نہیں اٹھائیں گی تب
تک لڑکیوں کے اسقاط حمل کا عمل جاری وساری رہے گا۔

N.G.O کی جانب سے ہونے والی بحث و مباحثہ، لڑکیوں کے
ساتھ ہونے والے جبر وتشدد کو روکنے کی کوشش کی کڑی تھی۔ تنظیم کے صدر
گوری چودھری نے کہا کہ دلّی کے شمالی، مغربی اور مشرقی ضلعوں کے
سروے نے اس بات کا انکشاف کیا کہ علاقہ میں لڑکے اور لڑکیوں کے
جنسی تناسب میں ایک نمایاں فرق ہے۔

جبکہ N.G.O کے وکیلوں پر مشتمل ایک دوسرے پروگرام کی قیادت
کرتے ہوئے اسمیتا (Asmita bose) نے محسوس کیا کہ ایک عورت اپنے
جنین کے قتل کرنے کی رچی سازش کے خلاف شکایت کرنے سے اپنے آپ کو
معذور پاتی ہے، اس کی وجہ صرف اور صرف یہی ہے کہ وہ'' قبل از ولادت فن
تشخیص کا طریقہ کار، قانون برائے غلط استعمال اور احتیاطی تدبیر ۱۹۹۴ء'' جیسے
اہم قانون سے کم واقفیت رکھتی ہے اس بڑھتے ہوئے رجحان کو روکنے کے لئے
قانونی مہم کی رسائی کو عام کرنے اور جنسی امتیاز کے خلاف عوام کی رائے بیدار
کرنے کی ضرورت ہے۔ نسوانی اسقاط حمل (Female foetiocide) کے
متعلق فکر کا اظہار کرتے ہوئے ''شعبہ برائے بہبودی کنبہ'' کے سکریٹری اعلیٰ
راجندر بھنوال نے کہا کہ مغربی یوپی میں حالت زیادہ ہی سنگین ہے، اور یہ لڑکیوں

اورعورتوں میں تعلیم کی کمی کی وجہ سے ہے۔لڑکیوں کی تعداد میں کمی اسقاط حمل کا لازمی نتیجہ ہے۔اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اسقاط حمل لڑکیوں کی پیدائش کو روکنے کے لیے کیے جاتے ہیں۔ جانچ برائے شناخت جنس (Sex Determination tests) کے لئے جانے والی اور بعد میں اسقاط حمل کے لئے جانے والی عورتوں میں سے اکثریت زیادہ آمدنی رکھنے والے طبقے سے تعلق رکھتی ہیں۔ وہ اس تصور وخیال میں کہ ''بچہ مستقبل میں کمانے والا یا حفاظت کرنے والا ثابت ہوگا، اور لڑکی خاندان اور معاشرے کے لئے ایک بوجھ ثابت ہوگی'' کے تحت ایسا کرتی ہیں۔

دیہاتی علاقوں میں pre-natal Diagnostic tests centers اور گاؤں میں Mobile ultra sound points کا پھیلنا اس خطرے کو مزید جاری رہنے میں مدد کر رہا ہے۔نوبل انعام یافتہ امرتیاسین بھی فرنٹ لائن (۹ جون ۲۰۰۳ء) میں اس کی تصدیق کرتے ہیں، تمام موجود ثبوت کو یکجا کرنے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ ''یہ تبدیلی (بچوں کے جنسی تناسب میں بڑھتی گراوٹ) صرف لڑکیوں کی ہلاکت میں زیادتی کو ہی نہیں بتاتی بلکہ لڑکیوں کی پیدائش لڑکوں کے مقابلہ میں کم ہونے کو بھی بتاتی ہے''۔

وقت کی ضرورت ہے کہ N.G.O. کے علاوہ عورت بذات خود آگے بڑھے اورلڑکیوں کے اسقاط حمل کے خطرے کے خلاف منظّم تحریک چلائے۔ایک اخباری رپورٹ کے مطابق تامل ناڈو کے بہت سے گاؤں میں تحریک برپا ہو رہی ہے۔اورعورتیں اپنے آپ کو ذاتی مدد کے گروہوں میں کھپا کر محنت کر رہی ہیں۔ جماعت کی شکل میں لڑکی کی زندگی کے حقوق کے لئے مہم چلانے کے لئے جھونپڑی

کے مکانوں سے نکل کر پکے مکانوں کی طرف جاتی ہیں۔

کیا دوسری ریاستوں میں خاص طور پر جنوبی ریاستوں میں عورتیں اس جیسی مہم کی پیروی کریں گی؟ اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کہ وہ ناپید ہونے والی انسانی نسل کے خطرہ سے آگاہ ہیں، جہاں تک اسلام کی بات ہے تو اس کے لئے خدائی قانون جرائم کو روکنے کے لئے اس قدر موثر اور قابل عمل ہے کہ اس کو ایک مرتبہ عملی جامہ پہنانے سے معاشرہ میں قدرتی طور پر بہتری آجاتی ہے اور معاشرہ سیدھی راہ پر چل پڑتا ہے۔ تاریخ اس بات کی گواہ ہے۔ رہی بات سرکاری وغیرسرکاری قوانین واقدامات کی تو وہ اس عظیم خطرہ کو روکنے سے قاصر ہیں۔ بلا شبہ انسان کے بنائے ہوئے قوانین جرموں کو روکنے میں بے بس اور عاجز ہیں۔ یہ حوصلہ کن بات ہے کہ وزیر برائے بہبودئ صحت وکنبہ نے خطرہ کو روکنے کے لئے مذہبی رائے قائم کرنے والوں کی مدد چاہی ہے۔ہم امید کرتے ہیں کہ یونین ہیلتھ منسٹری اس بڑھتی ہوئی مصیبت کے تعلق سے مختلف مکالموں کی مجلس قائم کرے گی۔ اور اسلامی قوانین سے روشنی حاصل کرنے کی کوشش کرے گی۔(۱)

غورطلب امور یہ ہیں کہ اقوام متحدہ کی جانب سے ۵رستمبر ۱۹۹۴ء کو عالمی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں یہ بات سامنے آئی کہ اس وقت دنیا کی آبادی پانچ ارب ہے۔آئندہ بیس سالوں میں یہ تقریباً دس ارب تک پہنچ سکتی ہے۔آبادی پر کنٹرول کرنے کے لیے بہت سے امور پر غوروخوض کیا گیا اورتجاویز پاس کی گئیں ان تجاویز میں ایک تجویز یہ بھی تھی کہ اقوام متحدہ آئندہ

---

(۱) Rediance Views Weekly 21-27 Dec. 2003 P.6-8

۲۰۰۰ء تک کے لیے چوتیس ارب ڈالر صرف کسنڈوم کے لیے خاص کرے۔ یہ تجویز اتفاق رائے سے منظور ہوئی۔(۱)

عالمی ادارہ اقوام متحدہ کے ساتھ مرکزی حکومتوں، صوبائی حکومتوں، ذرائع ابلاغ اور سماجی تنظیموں وکارکنان کی جانب سے مؤثر اقدامات کیے جارہے ہیں۔لوگوں کی مختلف انداز سے ذہن سازی کے ساتھ اس کام کے لیے امداد وتعاون کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ ان اقدامات کے اچھے نتائج بھی دیکھنے میں آرہے ہیں(۲) کہ لوگ ایک یا دو اولاد کے بعد کنڈوم اور مانع حمل دواؤں کا استعمال کرنے لگے ہیں۔ اگر تدبیر کے باوجود حمل ٹھہر بھی جائے یا کوئی تدبیر نہ کریں تب بھی ان کو یقین ہے کہ اسقاط حمل کے مواقع وسہولیات بآسانی حاصل ہوجائیں گے۔ کچھ لوگ تو نسبندی یا آپریشن کراکر اس معاملہ سے ہی ہمیشہ کے لیے نجات پالیتے ہیں۔(۳)

اگر بالفرض کنڈوم، مانع حمل دواؤں،نسبندی اور آپریشن سے لوگ دور رہتے اور صرف اسقاط حمل ہی کراتے تو اسقاط حمل کا موجودہ اعداد وشمار ایک

---

(۱) دی جنزل مسلم ورلڈ لیگ، مکہ مکرمہ ستمبر ۱۹۹۹ء

(۲) ہم دو ہمارے دو کا اس قدر نعرہ بلند کیا گیا اور اشتہار و پروپیگنڈہ سے کام لیا گیا کہ چھوٹے بچے بھی اس سے متاثر ہوگئے اور انہوں نے تیسرے بھائی کا زندہ رہنا گوارا نہیں کیا۔مصر میں دو بچوں نے مل کر تیسرے نوزائیدہ بھائی کا گلہ گھونٹ دیا ان معصوم بچوں نے جواب دیا کہ تیسرے کو ہم کبھی گوارہ نہیں کرسکیں گے۔

(۳) ۱۹۹۱ء میں مجموعی طور سے عورتوں کی پیدائش میں ساڑھے سات لاکھ کی کمی ہوئی، جہیز کی خاطر ہر سال سرکاری اعداد وشمار کے مطابق پورے ملک میں آٹھ ہزار نو سو ستاسی عورتوں کو جلا دیا جاتا ہے یہ تعداد الگ ہے۔ تیسری طرف ہم دو ہمارے دو کے چکر میں خاندان کو محدود کرنے کے لیے نس بندی کے ذریعہ قتل اولاد کا مشغلہ الگ جاری ہے۔"اذا الموؤدة سئلت بأی ذنب قتلت" (مغربی میڈیا اور اس کے اثرات ص ۲۵۱)

کروڑ چالیس لاکھ سے بڑھ کر دگنا ہوجاتا اس طرح کم از کم دو کروڑ اسّی لاکھ لڑکیاں مزید ہر سال اس دنیا میں موجود رہتیں۔غور کیجیے اگر یہ سلسلہ جاری وساری رہا تو لڑکیوں کی تعداد خطرناک حد تک کم ہوجائے گی جو انسانی وجود کے لیے تباہ کن ثابت ہوگا۔(۱)

اس سے سماج میں زنا بالجبر، اغوا اور غلط طریقے سے اپنی خواہشات نفسانی کو پورا کرنے کے واقعات میں اضافہ ہوگا۔ حالانکہ اس وقت ہندوستان میں ہر ۳۴ منٹ پر ایک عورت زنا بالجبر اور ہر ۴۳ منٹ پر ایک عورت اغوا کا شکار ہوجاتی ہے۔ یہ خود پاکیزہ معاشرہ کے لیے زبردست چیلنج ہے اگر اس میں اضافہ ہوجائے تو معاملہ کتنا سنگین وروح فرسا ہوگا اس کا تصور کرکے ہی رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔

---

(۱) لڑکیوں اور عورتوں کی بڑی تعداد میں ہلاکت کی وجہ سے یہ اندیشہ ظاہر کیا جارہا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ چند سالوں کے بعد لڑکیوں کا وجود ختم ہوجائے، ان کی بات پر شاید آپ یقین نہ کریں لیکن اس حقیقت سے کون انکار کرسکتا ہے جس سے اِس وقت ہندوستانی سماج دوچار ہے۔
کسی گاؤں میں ۱۱۰ر برسوں کے بعد بارات کی آمد پر بہت سے لوگوں کو حیرت ہوسکتی ہے لیکن راجستھان کے ضلع باڑمیر کے دیورا گاؤں میں ایسا ہی ہوا ہے، اِس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں پیدا ہونے والی ہر بچی کو ہلاک کردینے کا عام رواج رہا ہے۔
اِندر سنگھ کی بیٹی جس کی وجہ سے ایک صدی سے بھی زیادہ عرصے کے بعد گاؤں میں بارات کی آمد کا موقع فراہم ہوا۔محض اِس وجہ سے زندہ بچ گئی کہ دورانِ حمل اُس کی ماں اپنے میکہ چلی گئی اور وہیں بچی کی پیدائش ہوئی۔ دس سال کی عمر تک بچی کو وہیں چھوڑ دیا گیا اور جب دس سال بعد وہ والدین کے گھر آئی تو اُس کو اِس لیے زندہ رہنے دیا گیا کہ اُس کی آمد کے بعد کاروبار میں کافی ترقی ہوئی جس کی وجہ سے بچی کا خوش قسمت ہونا سمجھا گیا۔ (سہ روزہ دعوت۔۴ر اکتوبر ۱۹۹۹ء)

زندہ بچ جانے والی لڑکیوں کے مسائل ومشکلات

ان مراحل سے کامیاب گذر جانے والی لڑکیوں کے سامنے باقی زندگی میں کئی قسم کے مسائل درپیش ہیں۔ تلک (نقد رقم)، جہیز اور شادی کے دیگر اخراجات ولوازمات کی وجہ سے کبھی والدین اپنی لڑکیوں کو ہلاک کر دیتے ہیں یا ان کو کسی گروہ کے ہاتھ بیچ دیتے ہیں یا بے حیائی میں مبتلا ہونے کی کھلی اجازت دے دیتے ہیں۔ کچھ غیرت مند والدین سماجی مطالبات ورسوم کی وجہ سے خودکشی کر بیٹھتے ہیں یا غم وفکر کی وجہ سے مہلک بیماری میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ دوسری جانب لڑکیاں والدین کی پریشانی اور کشمکش کی زندگی کو دیکھ کر موت کو زندگی پر ترجیح دے رہی ہیں اور اپنے آپ کو حقیر وذلیل سمجھنے اور سماج کے خلاف بغاوت کرنے پر مجبور نظر آرہی ہیں۔ کچھ لڑکیاں اپنی شادی کے لیے نوکری کرتی ہیں جس کے نتیجہ میں انہیں بسوں میں دھکے کھانے اور آفیسر کی جنسی خواہش کی تکمیل کرنے اور انکار کی صورت میں تلخ کلام وجھڑکیوں اور دھمکیوں کا شکار ہوتی ہیں۔(۱) وہ گھر کی زینت بننے کے بجائے آفس کی زینت بنتی ہیں، گھر سے باہر

---

(۱) گجرات ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کی مشاورتی شاخ کی ڈائریکٹر مسز کملیش نشچل اور ان کے ساتھیوں نے زندگی کے مختلف شعبوں میں کام کرنے والی عورتوں کی حالت کا ایک جائزہ لیا ہے۔ اِس جائزہ کے مطابق:
..............ان برسرِ روزگار عورتوں کی زندگی میں ایسی کوئی رعنائی اور

بقیہ صفحہ ۴۵ پر

قدم رکھنے کی وجہ سے چھیڑ چھاڑ، اغوا، زنا بالجبر اور جنسی بے حرمتی کا شکار ہوجاتی ہیں

ملک کی راجدھانی دہلی کو ہی لے لیجیے جہاں سربراہانِ حکومتِ ہند انصاف کے سب سے بڑے ادارہ ''سپریم کورٹ'' حقوقِ نسواں و آزادئ نسواں کے علمبردار اور قانون بنانے والے اور نافذ کرنے والے افراد وادارے موجود ہیں وہیں عورت سب سے زیادہ مظلوم ہے۔ وہاں عورتوں کا گھر سے باہر نکل کر ملازمت کرنا، تجارت یا تعلیم حاصل کرنا کتنا دشوار ہوگیا ہے اس کا اندازہ مندرجہ ذیل رپورٹ سے بخوبی ہوجاتا ہے۔

''دہلی کی ۹۰ فیصد خواتین نے رپورٹ دی ہے کہ جنسی بدسلوکی کارخانوں، دفاتر، شاہراہوں حتی کہ بسوں میں بھی بہت بڑھ گئی ہے، دہلی کی ایک ہزار خواتین کے سروے سے معلوم ہوا کہ ان میں ۹۶ فیصد تعداد کسی نہ کسی جرم کا نشانہ بنی ہے۔ دہلی جواہر لال یونیورسٹی کے سروے سے معلوم ہوا

مسرت نہیں پائی جاتی جو بظاہر لوگوں کو ان کے بارے میں محسوس ہوتی ہے ایک حالیہ سروے کے مطابق ۳۳ ر فیصد غیر شادی شدہ عورتیں اپنی پوری تنخواہ کا بڑا حصہ اپنے خاندان کی ضروریات پر خرچ کرتی ہیں ....شادی شدہ خواتین انھیں مشتبہ نظروں سے دیکھتی ہیں۔ مرد محض ان سے لطف اندوز ہونے کی امید رکھتے ہیں۔ دفتروں میں اُن کے لیے صحت مند دوستی کے مواقع حاصل نہیں ہوتے، اُن کے دفتری آقا اکثر اوقات اُنھیں اپنی جنسی ہوس کا آلۂ کار بناتے ہیں۔

شہروں میں عورتیں عام طور پر چار پیشوں میں پائی جاتی ہیں: علمی، اسپتالوں میں، نچلے عملے کے کام میں، کلرکی یا ٹیلیفون کی آپریٹری وغیرہ، اُن کی تنخواہیں زیادہ نہیں ہوتیں اور وہ عام طور پر تنگ دستی میں مبتلا رہتی ہیں۔ اُن کے اِن حالات کا عام طور پر فائدہ اٹھایا جاتا ہے اور اُنھیں ترقی دلانے کے لیے متعلقہ افسر اُن سے راہ ورسم بڑھا کر اُن کا جنسی استحصال کرتے ہیں۔ (مسلم پرسنل لا اور اسلام کا عائلی نظام شمس تبریز خاں ص۔ ۲۶۸-۲۶۹ بحوالہ قومی آواز ۳/جون ۱۹۸۱ء)

کہ یہاں ۶۷ فیصد طالبات کو کبھی نہ کبھی جنسی بے حرمتی کا شکار ہونا پڑا ان میں ۵۸٪ فیصد کی تعداد ہوسٹل میں رہنے والیوں کی تھی۔ گھروں میں ملازماؤں اور قریبی رشتہ داروں کے ساتھ ۱۹۹۶ء میں زناکاری میں ۶۸ فیصد کا اضافہ ہوا''۔(۱)

۱۹۹۷ء میں صرف دہلی میں جرائم کی نوعیت اور تعداد مندرجہ ذیل ہے:

☆ عصمت دری کے واقعات: چودہ ہزار نو سو اٹھانوے۔
(جبکہ صرف ۱۰ فیصد واقعات کی سرکاری رپورٹ لکھوائی جاتی ہے)

☆ جنسی چھیڑ خوانی اور آبروریزی کی کوشش ستائیس ہزار نو سو۔

☆ گھریلو ملازماؤں اور قریبی رشتہ داروں کی عصمت دری: ستر ہزار چھ سو بانوے

☆ جہیز میں اموات: چار سو اکیس

دہلی میں خواتین مخالف جرائم کی شرح فی لاکھ آبادی میں ۱ء۳۲ فیصد ہوگئی جب کہ پورے ملک کا اوسط فی لاکھ ۱۹ اعشاریہ ۵ فیصد ہے یعنی قومی شرح کے مقابلے میں دہلی میں خواتین کی بے حرمتی کا اوسط دوگنا اور بچیوں کی بے حرمتی کا اوسط چار گنا ہے۔ ۱۹۹۶ء کے اعداد وشمار بتاتے ہیں کہ زِنا کے یہ واقعات زیادہ تر ۸۸ فیصد رشتہ داروں اور لوگوں کے کرتوت ہوتے ہیں۔(۲)

---

(۱) مغربی میڈیا اور اس کے اثرات ص ۲۵۰

(۲) ہفت روزہ سنڈے نے یکم جون ۱۹۹۷ء کے شمارہ میں Help Line نامی سماجی تنظیم کے ذریعہ کیے جانے والے سروے میں ان اعداد وشمار پر اپنی توجہ مرکوز کی ہے جن میں باپ بیٹی، ماں بیٹے، بھائی بہن اور چچا، ماموں وغیرہ کے درمیان جنسی تعلقات قائم ہو رہے ہیں، یہ تعداد بھیانک حد تک بڑھ رہی ہے۔

پورے ملک میں خواتین کو ستانے کے جتنے واقعات ہوتے ہیں اس کے ۱۸ فیصد واقعات صرف دہلی میں ہوتے ہیں مزید برآں لڑکیوں کے اغوا، ان کی عصمت دری اور چھیڑ خوانی کے واقعات کی شرح ملک گیر اوسط کے مقابلہ میں چھ گنا پائی گئی ہے۔

اسقاط حمل کی کثرت کی وجہ سے دہلی میں مرد و خواتین کے تناسب میں فرق آگیا ہے۔ مردوں کی تعداد بڑھ گئی ہے ایک ہزار مردوں کے مقابلہ میں ۹۲۹ عورتیں۔(۱)

دہلی کے جرائم کے بارے میں ہر سال پولس کمشنر (کرائم) اپنی رپورٹ جاری کرتے ہیں اور گزشتہ سال سے موازنہ بھی کرتے ہیں۔

۱۹۹۵ء اور ۱۹۹۶ء میں جرائم کا موازنہ کرتے ہوئے پولیس کمشنر نے بتایا کہ ۱۹۹۶ء میں جرائم میں ۲۵ فیصد کا اضافہ ہوا ہے ۱۹۹۵ء میں دہلی کی عدالتوں میں مقدمات کی تعداد (بم دھماکوں، قتل، اغوا، بردہ فروشی، عصمت دری) پینتالیس ہزار تین سو چونسٹھ (۴۵۳۶۴) تھی۔ ۱۹۹۶ء میں یہ تعداد ۶۵۰۰۰ تک پہنچ گئی ہے۔ دو برس کے اندر ایف آئی آر کی تعداد میں ۸۸ فیصد کا اضافہ ہوا۔(۲)

دارالسلطنت میں بڑھتے ہوئے زنا بالجبر کے واقعات سے آگاہ دہلی کی وزیر اعلیٰ شیلا دکشت (Sheela Dikshit) نے ۱۷؍اکتوبر کو عورتوں پر مشتمل نمائندگان کے وفد کو صدر مملکت اے۔ پی۔ جے۔ عبدالکلام کے پاس لے گئی اور ان کی مداخلت چاہی''۔ اس سے اندازہ کر لیجئے کہ معاملہ کتنا سنگین ہو چکا ہے۔

---

(۱) مغربی میڈیا اور اس کے اثرات صفحہ ۲۴۹-۲۵۰

(۲) مغربی میڈیا اور اس کے اثرات ص ۲۴۹

جب ہم پورے ملک پر عمومی نظر ڈالتے ہیں تو ایک خطرناک اور دلدوز رپورٹ سامنے آتی ہے۔

ہمارے ملک میں جرائم میں کس تیزی کے ساتھ اضافہ ہورہا ہے اس کا اندازہ نیشنل کرائم ریکارڈ سے ہوتا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ انڈین پینل کوڈ کے تحت جرائم کی تعداد ملک کے ۲۳ بڑے شہروں میں تشویشناک حد تک زیادہ ہے۔ ریکارڈ میں بتایا گیا ہے کہ ان شہروں میں ۱۹۹۴ء میں جرائم کے واقعات کی تعداد دو لاکھ تیس ہزار چارسو انہتر تھی جو ۱۹۹۵ء میں دو لاکھ سینتالیس ہزار نو سو تیس اور ۱۹۹۶ء میں دو لاکھ ترپن ہزار ستاون ہوگئی۔(۱)

''انڈیا ٹوڈے'' (۱۶/جنوری ۱۹۹۷ء) کے مطابق امریکہ کی طرح بھارت میں بھی منٹ اور گھنٹہ کے تناسب سے جرائم ہورہے ہیں، مثلاً ہر ۴۵/منٹ پر ایک زنا بالجبر، ہر ۲۶/منٹ پر جنسی چھیڑ چھاڑ، ہر ایک گھنٹہ پندرہ منٹ پر ایک جہیز کی خاطر عورت زندہ جلادی جاتی ہے اور ہر ۳۳/منٹ پر ظلم و زیادتی کا شکار ہوتی ہے''۔

چارسال بعد کی رپورٹ دیکھیے تو جرائم میں مزید اضافہ کا علم ہوتا ہے جو ایک خطرناک صورت حال کی جیتی جاگتی تصویر معلوم ہوتی ہے''۔

''دینک بھاسکر (۲۷/ مارچ ۲۰۰۱ء) کے مطابق بھارت میں ۲۶/منٹ پر ایک عورت چھیڑ چھاڑ یا استحصال کا شکار ہوتی ہے، ہر ۳۴/منٹ پر ایک عورت سے زنا بالجبر ہوتا ہے' جرائم ریکارڈ بیوروٗ کے جائزہ کے مطابق ملک میں ہر ۲۶/منٹ پر ایک عورت جنسی استحصال اور ۴۳/منٹ میں اغوا کا شکار ہوجاتی

(۱) مغربی میڈیا اور اس کے اثرات صفحہ ۲۴۹

ہیں جبکہ ہر ۹۳/منٹ پر ایک عورت کا قتل ہوجاتا ہے''۔

لڑکیاں چاہے کسی مجبوری کی وجہ سے یا اپنی دولت بڑھانے اور معیارزندگی کو بلند کرنے کے لیے ملازمت یا تجارت کرتی ہوں، ان کے لیے اپنے نفس پر قابو رکھنا ان لڑکیوں کے مقابلے میں زیادہ دشوار ہوتا ہے جو گھروں میں رہتی ہیں۔ بازار کی دلفریبی و رونق، مردوں سے اختلاط اور میل جول کی وجہ سے زیادہ تر لڑکیاں خود اپنی عزت و ناموس کھوبیٹھتی ہیں۔ شادی کے مشکل ترین ہوجانے کی وجہ سے ہر وقت والدین اور رشتہ داروں کی سرپرستی میں رہنے والی لڑکیوں کے اندر فحاشی وعریانیت، ناجائز طریقے سے اپنی جوانی کی پیاس بجھانے اور کسی کے ساتھ بھاگ جانے کے واقعات میں مسلسل اضافے ہورہے ہیں تو ان لڑکیوں کا کیا پوچھنا، جو ہر وقت شیطانوں کے نرغے میں رہتی ہیں اور ان کا زیادہ تر وقت بازار، دفاتر اور عوامی جگہوں پر گذرہوتا ہے۔ ان لڑکیوں کی حالت سب سے زیادہ قابلِ رحم ہے جو کسی مجبوری کی وجہ سے ملازمت کرتی ہیں، اگر ان کی بروقت شادی ہوجائے تو بہت سے مسائل و مشکلات سے نجات پاسکتی ہیں، لیکن افسوس کہ شادی کے دشوار ترین ہوجانے کی وجہ سے آئے دن ان کے مسائل و مشکلات میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔

ہرسال ۲۵/ ہزار لڑکیوں کا جسم فروشی کے پیشہ سے وابستہ ہو جانا صالح سماج کے لئے ایک چیلنج :

لڑکیوں کا ایک طبقہ حالات اور سماجی مطالبات سے تنگ آکر مجبوراً جسم فروشی کے پیشہ سے وابستہ ہوجاتا ہے۔ ۱۹۹۹ء کی ایک رپورٹ مطابق ہر سال ۲۵ ہزار لڑکیاں اس پیشہ سے وابستہ ہوتی ہیں اگر چہ ان لڑکیوں کا اس پیشہ سے وابستہ ہونے کے حالات اور عوامل مختلف ہیں، اور جو اعداد و

شمار ہمارے سامنے ہے وہ ان معاملات سے متعلق ہیں ،جنکی رپرٹ موجود ہے ایسے بہت سے ہیں جنکی رپرٹ نہیں ہوتی اس ان اعداد وشمار میں اضافہ کی بڑی گنجائش ہے بلکہ اس میں مزید اضافہ کی گنجائش ہے۔ البتہ اس سے حالات کی سنگینی کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔رپورٹ ملاحظہ کیجئے:۔

''جسم فروش عورتوں اوران کے بچوں کی حالت بنانے کے لیے سرگرم ایک تنظیم نے ملک گیرسروے کے بعددعویٰ کیا ہے کہ ملک میں ایک ہزارایک سو ریڈلائٹ علاقے (Red Light Area) ہیں یعنی ایسے علاقے جہاں جسم فروشی کا کاروبارکرنے کی اجازت ہے،سروے کے مطابق جسم فروش عورتوں کی تعداد۲۳/ لاکھ اوران کے بچوں کی تعداد۵۱/لاکھ ہے،سروے کے مطابق ہر سال ۲۵/ہزار لڑکیاں جسم فروشی میں داخل ہورہی ہیں''۔(۱)''ایک رپورٹ کے مطابق اس کالے دھندے میں ہر سال تقریباً ۲۰/ہزار کروڑ روپیے لگائے جاتے ہیں،ان میں سے گیارہ ہزار کروڑ روپیے کم عمرپیشہ والی لڑکیوں کے کاروبار میں لگائے جاتے ہیں''۔(۲)

اگر جہیز کے خاتمہ اورشادی کی جملہ کارروائی کوآسان سے آسان تر بنانے کی حتی المقدورکوشش نہیں کی گئی تو جسم فروشی کے پیشہ میں داخل ہونے والی لڑکیوں کی تعداد میں بے حد اضافہ ہوگا،حالانکہ ہر سال ۲۵/ ہزارلڑکیوں کا جسم فروشی کے پیشہ میں داخل ہونا پاکیزہ معاشرہ میں سانس لینے والوں کے لیے ایک سوالیہ نشان ہے، اور ہندوستانی سماج کے چہرے پرایک بدنما داغ بھی۔

---

(۱) سہ روزہ دعوت ۱۶/اپریل ۱۹۹۹ء
(۲) ندائے ملت ۷/ستمبر ۲۰۰۰ء

دلھنوں پر مظالم اور ان کے حقوق کی پامالی:

ایسے والدین جن کی کمائی کم ہے، وہ نہایت ہی مشقت، پریشانی اور بخالت سے اپنی بیٹی کے لیے جہیز کا انتظام کرتے ہیں اور کچھ لوگ رشوت ، غذائی اشیاء میں ملاوٹ ، ناپ تول میں کمی، ذخیرہ اندوزی اورحرام ذریعوں سے دولت حاصل کرتے ہیں۔ کچھ لوگ مکان یا قیمتی زمین یا دوکان یا کوئی اورقیمتی سامان فروخت کرکے یا گروی رکھ کر اپنی بیٹی کی شادی کرتے ہیں اورعموماً لوگ اپنی لڑکیوں کو لاڈ و پیار سے پال پوس کراورقیمتی سامان جہیز دے کرکسی کے گھر کی زینت بناتے ہیں،لیکن افسوس کہ موجودہ ہندوستانی معاشرہ میں اکثر بیٹی والوں کوچین وسکون کی زندگی میسرنہیں آتی، اوران کی لاڈلی بیٹی کبھی ساس ونند اورکبھی شوہر کی جانب سے ظلم وستم کا نشانہ بنتی ہے، ساس ونند کی جانب سے بات بات پرطعن وتشنیع اور ناروا سلوک کے ساتھ ڈھیر ساری ذمہ داریاں اسکے سپرد کردی جاتی ہیں اورکبھی شوہر کی جانب سے کسی سامان کے نہ ملنے یا اس میں نقص وکمی یا کسی نئے سامان کی فرمائش کی وجہ سے ستائی جاتی ہے اور گالی ،طعنہ اورظلم وستم سے دوچار ہوتی ہے اور معاملہ حد سے گذرکر طلاق اورخلع وتفریق تک جا پہنچتا ہے اورکبھی ان کو اس قدر مجبور کردیا جاتا ہے کہ وہ خودکشی کرلیتی ہیں یا ضبط وصبر اورغم واندوہ کی وجہ سے مہلک بیماریوں میں مبتلا ہوکرلقمۂ اجل بن جاتی ہیں۔ بسا اوقات سسرال والے اس کو زندہ جلا دیتے ہیں یا مختلف طریقے سے ان کوقتل کر دیتے ہیں، یہ ایسی درندگی وشیطانیت ہے جس سے درندوں کا سر بھی شرم سے جھک جائے۔ حالانکہ اسلام نے شوہرکو حکم دیا ہے کہ وہ اپنی بیوی کی دلجوئی کرے، اور نان ونفقہ کا انتظام کرے، اور

اس کی معمولی غلطیوں کو درگزر کرے، اس کی خوبیوں پر نگاہ رکھے اور وہ اسکو باندی کی طرح نہ مارے۔ ایک صحابیؓ نے حضور اکرم ﷺ سے دریافت کیا:

ماحق المرأة على الزوج ؟ قال ان يطعمها اذا طعم وان يكسوها اذا اكتسى ، ولا يضرب الوجه ولايقبح ولا يهجر الا في البيت(۱)

''شوہر پر بیوی کا حق کیا ہے؟ فرمایا جب خود کھائے تو اس کو کھلائے، جب خود پہنے تو اس کو پہنائے نہ اسکے منہ پر تھپڑ مارے، نہ اس کو برا بھلا کہے، نہ گھر کے علاوہ سزا کے لیے اس کو علیحدہ کرے''۔

ایک مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''**خیرکم خیرکم لاهله**'' تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے سب سے بہتر ہو۔ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

أكمل المؤمنين ايماناً احسنهم خلقا وخياركم خياركم لنسائهم خلقاً(۲)

''ایمان کے اعتبار سے کامل مومن وہ ہیں جن کے اخلاق سب سے اچھے ہوں اور اخلاق کے اعتبار سے سب سے بہتر وہ ہیں جو تم میں عورتوں کے لیے بہتر ہوں''۔

شوہر کو چاہیے کہ وہ اپنی بیوی کی خوبیوں پر نگاہ رکھے اور معمولی کوتاہیوں اور غلطیوں کو معاف کرے، اور اسکی فطری کجی پر صبر کرتے ہوئے اسکے ساتھ زندگی گذارے۔ حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''**لایفرک مؤمن مؤمنة ان کره منها خلقا**

(۱) ابن ماجہ ج ۱ ص ۵۹۳ (۲) ترمذی ج ۳ ص ۴۶۶ حدیث ۱۱۶۲

رضی منها آخر''(۱)

''کوئی مومن کسی مومنہ سے بغض نہ رکھے اگر اس کی ایک عادت ناپسند ہو تو اسکی دوسری عادت سے راضی ہو جائے''۔

نکاح کی اهمیت و فضیلت :

اسلام نے شادی میں سادگی کو اپنانے، فضول خرچی سے بچنے اور بدعات وخرافات سے تقریب نکاح کو محفوظ رکھنے کی تاکید کی ہے اس سلسلہ میں اس نے ایک جامع ومتوازن نظام واصول بنایا ہے، اور امت مسلمہ کو ان تمام باتوں سے رک جانے کا حکم دیا ہے جن کا اوپر تذکرہ کیا گیا ہے۔ نکاح مسلم معاشرہ کا ایک ایسا عمل ہے جس کو انجام تک پہنچانے کے لئے ان امور و رسوم کو انجام دینے کی قطعاً ضرورت نہیں ہے جن کا آج مسلم معاشرہ عادی ہو چکا ہے۔ یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کے نظام نکاح اور اس کے مقاصد پر ایک نظر ڈال لی جائے، تاکہ جو غیر اسلامی چیزیں نکاح کا لازمی وضروری حصہ بن چکی ہیں ان سے اسلام کے نظام نکاح کو ممتاز کیا جاسکے۔

اسلام میں نکاح جائز ہی نہیں بلکہ مستحسن ہے، اور نبی کریم ﷺ کی سنت ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''**النکاح من سنتی** (۲) **وقال من رغب عن سنّتی فلیس منی**''(۳) نکاح میری سنت ہے اور یہ بھی

(۱) مسلم جلد ۲ ص ۱۰۹۱ حدیث ۱۴۶۹ (۲) ابن ماجہ حدیث نمبر ۱۸۴۶

(۳) بخاری ج ۳، ص ۲۳۷ باب الترغیب فی النکاح

فرمایا جو میری سنت سے اعراض کرے وہ مجھ سے نہیں"۔

اسلام میں نکاح عبادت ہے جبکہ تجرد اور راہبانہ زندگی گذارنا مذموم ہے، "**لا رهبانية فى الاسلام**" (اسلام میں رہبانیت نہیں ہے) اسلام ان مذاہب کی تردید کرتا ہے جو نکاح کو روحانی ترقی کی راہ میں رکاوٹ خیال کرتے ہیں۔ مرد و عورت کی وہ جماعت جو مذہبی اعمال و رسوم کے لئے اپنے آپ کو وقف کر لیتے ہیں وہ شادی و بیاہ سے اتنا ہی دور بھاگتے ہیں جتنا آگ میں داخل ہونے کو ہلاکت و بربادی خیال کرتے ہیں۔ اسلام اس کی تردید کرتا ہے۔ اس کا فطری نظریہ یہ ہے کہ نکاح روحانی ترقی کی راہ میں رکاوٹ نہیں ہے بلکہ اس سے اس میں جلا و قوت پیدا ہوتی ہے اور روحانی ترقی کی راہ ہموار ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ اور تمام انبیاء کرام علیہ السلام نے نکاح کیا، خود اللہ رب العزت نے اس کی شہادت دی ہے۔

" **ولقد أرسلنا رسلاً من قبلك و جعلنا لهم أزواجا و ذرية** "(۱) "اور ہم نے یقیناً آپؐ سے پہلے رسول بھیجے اور ہم نے ان کو بیویاں اور بچے بھی دیئے"۔

حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا:

" **خمسة من سنن المرسلين الحياء والحلم والحجامة والتعطر والنكاح** "(۲)

"پانچ چیزیں انبیاء کرام کی سنتوں میں سے ہیں: حیاء، بردباری، حجامت، خوشبو اور نکاح"

صالح اور نیکوکار بندوں نے نیک و صالح بیوی اور اولاد کے لیے

(۱) سورہ رعد ۳۸ (۲) مجمع الزوائد الجزء ۴ ص ۲۵۳ باب الحث علی النکاح

دعا کی ہے، جیسا کی ارشاد ربانی سے معلوم ہوتا ہے:

" **ربنا هب لنا من أزواجنا و ذرياتنا قرة أعين**" (۱)

اے ہمارے پروردگار! ہم کو ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک (یعنی راحت) عطا فرما۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"**ان الله ابدلنا بالرهبانية الحنفية السمحة**"(۲)

اللہ نے ہمیں رہبانیت کے بدلے آسان اور خالص ابراہیمی دین عطا فرما دیا ہے۔

"**لا رهبانية فى الاسلام** "(۳) دنیا سے کنارہ کشی کی اسلام میں گنجائش نہیں۔

علماء فقه نے لکھا هے :

رشتۂ نکاح میں بندھنے سے اخلاق سدھرتے اور سنورتے ہیں، معاشرہ میں دوسرے افراد کے ساتھ رہنے سے جو تکلیفیں اور اذیتیں پہونچتی ہیں اُن پر صبر و تحمل سے نفس میں وسعت اور کشادہ ظرفی پیدا ہوتی ہے، جبکہ آدمی اولاد کی تربیت کرتا ہے۔ عزیز و اقارب اور سماج کے پسماندہ لوگوں کی ضرورتیں پوری کرتا ہے۔ اِسی رشتۂ نکاح کے ذریعہ خود کو اور اپنی شریکِ حیات کو پاکباز اور باعفت رہنے کا موقع فراہم کرتا ہے اور اسی کے ذریعہ وہ خود کو اور اپنی شریکِ حیات کو بہت سے فتنوں سے بچاتا ہے۔(۴)

شادی شدہ ایک ایسے سکون و اطمینان اور محبت و الفت سے ہم کنار ہوتا ہے جو کسی اور ذریعہ سے میسر نہیں ہوسکتا، اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

(۱) سورہ فرقان آیت ۷۴ (۲) نیل الأوطار جلد ۶ ص ۱۱۷ مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۵۲

(۳) نیل الأوطار جلد ۶ ص ۱۱۷ (۴) خاندانی استحکام۔ محمد یوسف اصلاحی صفحہ ۱۱

' ومن آیاته ان خلق لکم من انفسکم ازواجاً لتسکنوا الیها و جعل بینکم مودة و رحمة ، ان فی ذلک لآیات لقوم یتفکرون '' (۱)

''اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اُس نے تمہارے واسطے تمہارے جنس کی بیویاں بنائیں تا کہ تم کو اُن کے پاس آرام ملے اور تم میاں بیوی میں محبت والفت پیدا کی ، اِس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو فکر سے کام لیتے ہیں ۔''

سورہ روم کی اس آیت کی تفسیر علامہ سید سلیمان ندویؒ نے یوں بیان کی ہے

''قرآن نے ایک لفظ سکون سے بیوی کی رفاقت کی جس حقیقت کو ظاہر کیا ہے وہ اس ازدواجی تعلق کے فلسفہ کے پورے دفتر کو اپنے اندر سمیٹے ہے۔ اس کا خلوت خانہ عالم کی کشاکش، دنیا کے حوادثات اور مشکلات کے تلاطم میں امن، سکون اور چین کا گوشہ ہے ، اس لیے میاں بیوی کے باہمی تعلقات میں اتنی خوشگواری ہونی چاہئے کہ اس سے اس تعلق کے وہ خاص اغراض جن کے لیے خدا نے اس زن شوئی کے تعلق کو اپنے عجیب وغریب آثارِقدرت میں شمار کیا ہے پورے ہوں یعنی باہمی اخلاص اور پیار ، مہر ومحبت اور سکون اور چین، اگر کسی نکاح سے قدرت

سورہ روم آیت ۲۱

کے یہ اغراض پورے نہ ہوں تو اس میں دونوں یا دونوں میں سے ایک کا قصور ہے'' (۱)

نسل انسانی کی بقا اور افزائش وفروغ کا پاکیزہ ذریعہ نکاح ہے، حضرت محمد ﷺ نے زیادہ بچہ جننے والی عورتوں سے نکاح کی ترغیب دی ہے، ارشاد نبویؐ ہے۔'' **تزوجوا الودود الولود فانی مکاثربکم الامم** '' (۲) ترجمہ : ''تم زیادہ محبت کرنے والی ،زیادہ بچہ جننے والی عورت سے شادی کرو تا کہ تمہاری وجہ سے میں اور امتوں پر فخر کروں۔''

حضرت عثمان بن مظعونؓ نے خصی ہونے کی اجازت طلب کی تو آپؐ نے منع فرمادیا، حضرت سعد بن وقاص روایت کرتے ہیں کہ:

'' **رد رسول اللہ ﷺ علی عثمان بن مظعون التبتل ولو اذن له لاختصینا** '' (۳) ''رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعونؓ کو خصی ہونے سے منع فرمادیا اور اگر اُن کو اجازت مل جاتی تو ہم ضرور خصی ہوجاتے۔''

یہی وجہ ہے کہ فقہائے اسلام نے ان تمام طریقوں کو ناجائز قرار دیا ہے، جن سے آدمی دائمی طور پر نکاح کے قابل نہیں رہتا۔

جو شخص حق زوجیت ، طعام ، پوشاک اور رہائش کا نظم کرسکتا ہو اُس کو شادی کرلینا چاہئے ، کیونکہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔

''**من کان موسرا لان ینکح و ثم لم ینکح فلیس منی**'' (۴)

---

(۱) سیرۃ النبیؐ جلد ششم ص۲۵۲-۲۵۳، دارالمصنفین اعظم گڑھ
(۲) ابوداؤد ج۲ ص۲۲۷ حدیث نمبر۲۰۵۰ (۳) ترمذی ج۳ ص۳۹۴
(۴) مجمع الزوائد ج۴ ص۲۵۱ باب الحث علی النکاح

جوشخص نکاح کی طاقت رکھتا ہواس کو نکاح کر لینا چاہئے، اگر اس نے نکاح نہیں کیا تو اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔

نکاح سے آدھے ایمان کی تکمیل ہو جاتی ہے، جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔''**اذا تزوج العبد فقد استکمل بنصف الدین، فلیتق اللہ فی النصف الباقی**'' (۱)'' جب آدمی نے شادی کر لی تو اس کا نصف دین مکمل ہو گیا اب بقیہ حصہ میں اسے اللہ سے ڈرتے رہنا چاہئے۔''

لیکن جوشخص نکاح کرنے کی استطاعت نہ رکھتا ہواس کے بارے میں حضور اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے۔

''**یا معشر الشباب من استطاع منکم البائة فلیتزوج و من لم یستطع فعلیه بالصوم فانه له وجاء**'' (۲)

''اے نوجوانوں کی جماعت ! جو کوئی تم میں سے نکاح کی استطاعت رکھے اس کو نکاح کر لینا چاہئے اور اگر نکاح کرنے کی طاقت نہ ہوتو وہ روزہ رکھے، بیشک یہ اس کے لیے ڈھال ہے''۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک جماعت کو حضور اکرم ﷺ کی عبادتوں کا حال سن کر اپنی عبادت تھوڑی معلوم ہوئی، تو انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ سے ہمارا کیا موازنہ ہوسکتا ہے، جبکہ اللہ نے ان کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیے ہیں (پھر بھی اس قدر عبادت فرماتے ہیں) اس پر ان میں سے کسی نے کہا میں ہمیشہ رات بھر عبادت کروں گا، کسی نے

---

(۱) البیھقی. الترغیب و الترھیب ج ۳ ص ۴۲ رکنز العمال ج ۱۶ ص ۲۷۱
(۲) صحیح البخاری ج ۳ ص ۲۳۸

کہا میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا، کسی نے کہا کبھی نکاح نہیں کروں گا، جب حضور اکرم ﷺ کو ان کے ارادوں کا علم ہوا تو ان کے پاس آئے اور فرمایا کیا تم لوگوں نے ایسا کہا ہے، خدا کی قسم ''**انی لأخشاکم لله و أتقاکم له لکنی أصوم و أفطر و أصلی و أرقد و أتزوج النساء فمن رغب عن سنتی فلیس منی**'' (۱)

''یعنی میں تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور تقویٰ اختیار کرنے والا ہوں، لیکن میں روزہ رکھتا ہوں، افطار بھی کرتا ہوں، نماز پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں جس نے میری سنت سے روگردانی کی اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں''۔

عمرو بن دینار روایت کرتے ہیں کہ ابن عمرؓ نے شادی نہ کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت حفصہؓ نے فرمایا:

''**یا أخی! لا تفعل، تزوج لک فان ولد ولدکانوا لک اجراً و ان عاشوا دعوا اللہ لک**'' (۲)''اے میرے بھائی! تم ایسا مت کرو شادی کر لو، اگر اولاد ہوئی تو وہ تمہارے لیے باعث اجر ہوگی، اور اگر زندہ رہی تو وہ تمہارے لیے دعا کرے گی۔''

ہر قسم کی قرابتوں اور رشتہ داریوں کی جڑ یہی نکاح ہے یہ نہ ہوتا تو دنیا کا کوئی رشتہ پیدا نہ ہوسکتا، اسلیے دنیا کی ہر قرابت اور تعلق کا رشتہ اسی کی بدولت وجود میں آیا ہے، اور اس نقطۂ خیال سے بھی دنیا میں نکاح کی اہمیت بہت بڑی ہے کہ اسی سے ساری دنیا کے عزیزانہ مہر و محبت اور الفت و مؤدّت کا آغاز ہوتا ہے۔ (۳)

---

(۱) صحیح البخاری ج ۳ ص ۲۳۷۔عن انس بن مالک۔
(۲) کنز العمال ج ۱۶ ص ۴۹۱ (۳) سیرت النبیؐ ج ۶ ص ۲۵۶

نکاح کے مقاصد:

نکاح کے اہم مقاصد تین ہیں، نکاح کا ایک مقصد توالد و تناسل ہے، اس لئے قرآن کریم نے بیوی کو مرد کے لئے کھیتی قرار دیا ہے۔ ’’**نسائکم حرث لکم فأتوا حرثکم انیٰ شئتم** ‘‘(۱) ’’تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں سو جاؤ اپنی کھیتی میں جہاں سے چاہو‘‘ احادیث مبارکہ میں بھی نکاح کے اس مقصد کو واضح کیا گیا ہے۔

نکاح کا دوسرا مقصد عفت و پاکدامنی کا حصول ہے، اسلام میں عصمت و عفت کی بہت زیادہ اہمیت ہے، اس کی خاطر اس نے زنا و بے حیائی کو ناجائز اور نکاح کو جائز ہی نہیں بلکہ اس کو عبادت قرار دیا ہے، اس کی خاطر اس نے پردہ کو لازم اور مرد و زن کے آزادانہ اختلاط کو ممنوع قرار دیا ہے۔ شادی شدہ مرد اور عورت، زنا اور بدنگاہی سے محفوظ ہوجاتے ہیں۔

نکاح کا تیسرا مقصد میاں بیوی کا ایک دوسرے سے سکون و طمانیت حاصل کرنا ہے، دونوں کو ایسا سکون و قرار حاصل ہوتا ہے جس کا حصول نکاح کے بغیر ممکن نہیں ہے، شوہر کا اپنی بیوی سے سکون حاصل کرنے کو اللہ نے اپنی نشانی قرار دیا ہے۔ اس سکون کے سایہ میں دونوں کی محبت والفت وقت گذرنے کے ساتھ بڑھتی چلی جاتی ہے، ایک موقع پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

لم تر للمتحابین مثل النکاح (۲)’’دو محبت کرنے والوں کے لیے نکاح جیسی کوئی چیز نہیں دیکھی گئی‘‘

---

(۱) بقرہ۲۲۳ (۲) ابن ماجہ ج۱ص۵۹۳، باب ماجاء فی فضل النکاح

نکاح کو انجام دینے کے لئے اسلام نے ایک نقش راہ متعین کیا ہے۔ جس پر چل کر دونوں جہاں کی کامیابی حاصل کی جاسکتی ہے۔ اس کو حصول مال کا ذریعہ بنانے سے اس نے منع کیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے دینداری کو ترجیح دینے کا حکم دیا ہے۔

عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ تنکح المرأة لأربع، لمالها ولحسبها ولجمالها ولدینها فاظفر بذات الدین تربت یداک . (۱)

’’حضرت ابوھریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، عموماً چار چیزوں کی وجہ سے عورت سے نکاح کیا جاتا ہے۔ اس کے مال، حسب ونسب، حسن و جمال اور اس کے دین کی وجہ سے، اے ابوھریرہ! دین دار عورت سے نکاح کر کے کامیابی حاصل کرو تمہارے ہاتھ غبار آلود ہوں۔‘‘ (عربی میں یہ کلمہ کسی چیز پر ابھارنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔)

عن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله ﷺ لا تزوجوا النساء لحسنهن فعسى حسنهن أن يرديهن ولا تزوجوهن لأموالهن فعسى أموالهن أن تطغيهن ولكن تزوجوهن على الدين ولأمة خرماء سوداء ذات دين أفضل . (۲)

’’حضرت عبداللہ بن عمرو روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم عورتوں سے ان کے حسن کی وجہ سے نکاح مت کرو کیوں کہ ہوسکتا ہے کہ ان کا حسن انہیں تکبر میں مبتلا کردے، اور ان سے مال و دولت کی وجہ سے نکاح مت کرو کیوں کہ ہوسکتا ہے کہ مال و دولت ان کو سرکشی میں مبتلا کردے لیکن تم ان سے دینداری کی بناء پر شادی کرو کیوں کہ کالی نکٹی باندی جو دیندار ہو وہ زیادہ بہتر ہے۔

---

(۱) بخاری جلد۳ ص۲۴۲ (۲) ابن ماجہ ج۱ص ۵۹۷

اسلام نے جہاں لڑکے والوں سے دیندار لڑکی کو ترجیح دینے کا حکم دیا ہے وہیں لڑکی والوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنی لڑکی کا نکاح اس شخص سے کریں جو دیندار ہو۔

سنن ترمذی میں باب ماجاء اذا جاء کم من ترضون دینه فزوجوه کے تحت یہ حدیث مذکور ہے:

’’عن أبی هریرة رضی الله عنه قال قال ﷺ اذا خطب الیکم من ترضون دینه و خلقه فزوجوه الا تفعلوا تکن فتنة فی الأرض و فساد عریض‘‘۔(۱)

ترجمہ:۔ ’’حضرت ابوھریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم لوگوں کی طرف ایسا شخص پیغام نکاح بھیجے جس کے دین و اخلاق کو تم پسند کرتے ہو تو اس سے اپنی لڑکی کا نکاح کردو اور اگر ایسا نہ کروگے (اور صاحب ماہ و جاہ لڑکوں کی تلاش میں اپنی لڑکیوں کو بٹھائے رکھوگے) تو زمین میں فتنہ اور فساد بہت پھیل جائے گا‘‘۔

مرقاۃ میں ہے:۔

ایک آدمی حضرت حسنؓ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ میری ایک بیٹی ہے جس کے واسطے بہت سے آدمیوں نے پیغام بھیجا ہے، کس آدمی کے ساتھ آپ نکاح کا مشورہ دیتے ہیں حضرت حسنؓ نے فرمایا، تو اپنی بیٹی کا نکاح ایسے آدمی سے کردے جو اللہ سے ڈرتا ہے کیوں کہ اگر وہ اس سے محبت کرے گا تو اس کی عزت وتکریم کرے گا۔ اور اگر کبھی اس سے ناراض ہوا تو اس پر زیادتی نہ کرے گا۔(۲)

(۱) ترمذی ج۵ ص۳۹۴ (۲) مرقاۃ شرح مشکوۃ ج۶ ص ۱۸۸

سب سے بابرکت نکاح:

سب سے بابرکت نکاح وہ ہے جس میں کم سے کم اخراجات ہوں جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔

ان أعظم النكاح بركة أيسره مؤونة (۱)

’’سب سے بابرکت نکاح وہ ہے جس میں اخراجات کم سے کم ہوں‘‘۔

یہ حدیث قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے مشعل راہ ہے اس کی روشنی میں نکاح کو دونوں جہاں کے لیے مفید ونافع بنایا جاسکتا ہے اور خاندان اور معاشرہ کو ان تمام مشکلات سے نجات دلائی جاسکتی ہے جس سے موجودہ انسانی معاشرہ دوچار ہے، آج رسم ورواج، خرافات وبدعات، تلک اور جہیز کو نکاح کا لازمی وضروری امر قرار دے کر نکاح اور اس کے مقاصد کو فراموش کردیا گیا ہے۔نتیجتاً نکاح کی منزل سے عبور کرنا بہت مشکل ہوگیا ہے۔ پورے ملک میں بن بیاہی لڑکیوں کی تعداد کا اندازہ ایک شہر حیدرآباد کے سروے سے بخوبی ہو جاتا ہے۔ ایک سروے رپورٹ کے مطابق ’’حیدرآباد میں ۲۵ سال سے زائد عمر کی ۴۰ تا ۵۰ ہزار بن بیاہی لڑکیاں مسلم معاشرہ میں موجود ہیں اور لڑکیوں کی عمریں ڈھل رہی ہیں، والدین اور سرپرست پریشان ہیں‘‘۔غور کرو یہ اس معاشرہ کے حالات ہیں جو اسلام کے پیروکار ہیں، مسلم سماج بجائے آئیڈیل بننے کے خود ہندوستانی تہذیب کے آغوش میں آچکا ہے، حالانکہ اسلام نے امت مسلمہ کو زندگی کے تمام معاملات میں فضول خرچی سے بچنے، سادگی کے ساتھ نکاح کرنے، رسوم و بدعات سے دور رہنے اور غیر اسلامی تلک اور جہیز سے بچنے کا حکم دیا ہے۔

(۱) مسند احمد بن حنبل ج۶ ص۸۲

تقریب نکاح میں فضول خرچی اور غیر شرعی اعمال و رسومات:

اسلام نے اسراف وفضول خرچی کو زندگی کے تمام معاملات اور شعبوں میں ناپسند کیا ہے۔ اورفضول خرچی کرنے والوں کو شیطان کا بھائی قرار دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

لا تبذر تبذیرا ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین وکان الشیطٰن لربہ کفورا. (۱)

'' مال کو بے موقع مت اڑانا کیوں کہ بیشک بے موقع اڑانے والے شیطان کے بھائی ہیں، اورشیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے''۔

کلوا واشربوا ولا تسرفوا انہ لا یحب المسرفین.(۲)

اور کھاؤ اور پیو البتہ اسراف نہ کرو اللہ اسراف کرنے والوں کو پسندنہیں کرتا۔

حرام کام میں ایک روپیہ بھی خرچ کیا جائے تو وہ فضول خرچی ہے۔امام قرطبی فرماتے ہیں۔

من انفق درھما فی حرام فھو مبذر. (۳)

یعنی جس نے حرام کام میں ایک درہم خرچ کیا تو وہ فضول خرچ ہے۔

نیک کام میں اس قدرخرچ کرنا جس سے انسان تنگ دست ہوجائے اور دوسروں سے قرض لینے یا دست سوال پھیلانے کی نوبت آجائے اس سے

(۱) بنی اسرائیل ۲۶، ۲۷ (۲) سورہ اعراف آیت : ۳۱

(۳) الجامع لاحکام القرآن للقرطبی، ج ۱۰ ص ۲۴۸

حضور ﷺ نے منع فرمایا ہے جیسا کہ سنن الدارمی میں مذکور ہے۔

''حضرت جابر بن عبداللہ راوی حدیث ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آدمی انڈے کے بقدر سونا لیکر آیا اور کہا یا رسول اللہ ﷺ اس کو میری جانب سے صدقہ میں قبول فرما لیجئے خدا کی قسم اس کے علاوہ میرے پاس کوئی مال نہیں ہے تو آپ ﷺ نے اس سے اعراض کیا پھر وہ آپ کی بائیں جانب سے آیا اور اس نے پھر وہی بات پیش کی پھر وہ آپ کے سامنے سے آیا اور اس نے پھر وہی بات پیش کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو لاؤ آپ ﷺ نے اس کو غصہ کی حالت میں اس طرح پھینکا کہ اگر وہ کسی کو لگ جاتا تو زخمی ہوجاتا پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اپنا سارا مال لیکر آجاتا ہے اور لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائے ہوئے بیٹھ جاتا ہے۔صدقہ وہ ہے جو غنی کی حالت کو برقرار رکھتے ہوئے کیا جائے اسے لے لو ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔اس آدمی نے اپنے مال کو لے لیا اور چلا گیا ابومحمد نے کہا کہ مالک فرماتے تھے کہ جب کوئی شخص مساکین کو صدقہ کرنا چاہے تو ثلث مال سے کرے ''۔(۱)

کنز العمال میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: **من اقتصد أغناہ اللہ و من بذر افقرہ اللہ، و من تواضع للہ رفعہ اللہ و من تجبّر قصمہ اللہ. (۲)**

''جس نے میانہ روی اختیار کی اللہ نے اس کو بے نیاز کردیا اور جس نے فضول خرچی کی اللہ نے اس کو محتاج بنا دیا اور جس نے اللہ کی

(۱) سنن الدارمی ج ۱ ص ۳۹۱

(۲) کنز العمال ج ۳ ص ۵۰، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت

خاطر خاکساری اختیار کی اللہ نے اس کو سر بلندی عطا کی اور جس نے تکبر کیا اس کو اللہ نے ہلاک کر دیا''

ان صریح اسلامی احکام کے بعد شادی یا زندگی کے کسی بھی معاملہ میں اسراف وفضول خرچی کی بالکل گنجائش نہیں رہ جاتی ہے۔ دور حاضر میں مسلم معاشرہ میں شادی کے قبل یا شادی کے موقع پر جس اسراف و فضول خرچی کا مظاہرہ کیا جاتا ہے اور لڑکی والوں کو اخراجات کثیر کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے اور رسم ورواج کی ادائیگی میں فضول خرچی اور غیر اسلامی طریقہ اپنایا جاتا ہے۔ اس کو دیکھ کر اب برادران وطن بھی حیران ہیں۔ اور جن مسائل سے وہ دو چار ہیں ان کو مسلم معاشرہ بخوشی گلے لگانے کے لئے تیار ہے اس پر وہ تعجب میں مبتلا ہیں۔ حالانکہ اس ملک میں مسلمانوں کو اپنے قول وعمل کا قابل تقلید نمونہ پیش کرنا چاہئے تھا۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ فرماتے ہیں:

''مسلمانوں میں اسراف کی جو وبا آئی ہوئی ہے، شادیوں اور دیگر تقریبات میں جس طرح اسراف وتبذیر جاری ہے غیر اسلامی رسومات کی پابندی کی جارہی ہے وہ کسی بھی قوم وملت کے لئے تباہی و بربادی کا پیش خیمہ ہے جس قوم کے لاکھوں لوگ نانِ جو کے محتاج ہوں اور ستر پوشی کے لباس سے عاری ہوں اہل ثروت اللہ کی عطا کردہ دولت کا بے جا استعمال کر رہے ہوں ایسی صورت میں اس قوم کے مستقبل کا کیا ہوگا۔(۱)

---

(۱) تعمیر حیات ۲۵/مارچ ۲۰۰۱ء

تلک اور جھیز:

مسلم معاشرہ میں جہاں بہت سے غیر اسلامی اعمال و افعال داخل ہو گئے ہیں ان میں تلک اور جہیز بھی ہے۔ ان دونوں کے مسلم معاشرہ میں آ جانے کی وجہ سے لڑکیوں کا رشتہ ازدواج سے منسلک ہونا دشوار ہوگیا ہے۔ ان کی وجہ سے نکاح کا مقدس رشتہ حصول دولت کا ذریعہ بن گیا ہے۔ اور ظلم وزیادتی، طعن وتشنیع، طلاق وخلع وتفریق کے ساتھ زندہ جلائے جانے یا خودکشی پر مجبور کر دیئے جانے کے واقعات بھی کثرت سے وقوع پذیر ہو رہے ہیں۔ اس ملک میں مسلمان برائیوں کو ختم کرنے اور نیکیوں کے پھیلانے کے اہم فریضہ سے غافل ہوتے جا رہے ہیں۔ خصوصاً ان حالات میں جبکہ برادران وطن تلک اور جہیز کے بدترین نتائج کو دیکھ کر اس کے خاتمہ کے لئے مسلسل جد و جہد کر رہے ہیں باوجود اس کے کہ ہندو دھرم میں اس کی اجازت ہے اور ان کی مقدس ہستیوں کے حالات زندگی میں اعلیٰ قسم کے جہیز کا ثبوت ملتا ہے۔

مسلم معاشرہ میں تلک (نقد رقم) کا مطالبہ برادرانِ وطن سے متاثر ہوکر اپنا لیا گیا ہے۔ اسلام میں تلک رشوت اور حرام ہے۔ اس کا لینا کسی بھی صورت میں جائز نہیں ہے البتہ مجبوری کی حالت میں دینا جائز ہے، یہ ایسی انسانیت سوز رسم ہے جس کے مہلک اثرات کی وضاحت کے لیے الفاظ ملنے مشکل ہیں۔ آج شادی تجارت بن گئی ہے جس میں تلک لاکھ سے تجاوز کر جاتا ہے اور سامان جہیز کی فہرست میں ایسے سامان بھی شامل ہو جاتے

ہیں جن کی شاید ہی ضرورت پیش آتی ہو، بات صرف تلک اور جہیز پر ختم نہیں ہو جاتی بلکہ شادی کے موقع پر اور شادی کے بعد ایک طویل مدت تک مختلف ناموں سے لڑکی کے اولیاء سے رقومات حاصل کی جاتی ہے جس کی اجازت شریعت میں نہیں ہے اور یہ مرد کی مردانگی ، غیرت وخودداری اور شرافت اور عزت کے خلاف بھی ہے۔

لڑکا یا اس کے والدین کی جانب سے لڑکی یا اس کے اولیاء سے سامانِ جہیز کا مطالبہ کرنا ناجائز ہے۔لڑکی یا اس کے اولیاء کی جانب سے جو کچھ دیا جائے گا ، وہ رشوت ہوگا۔جس کی واپسی ضروری ہوگی ۔ ابن حزم اندلسی اپنی کتاب ''المحلیٰ'' میں لکھتے ہیں :

''ولا یجوز أن تجبر المرأة علی أن یتجھز الیه بشیء أصلاً لا من صداقھا الذی أصدقھا، ولا من غیره من سائر مالھا، والصداق کله لھا تفعل فیه کله ماشاء ت، لا اذن للزوج فی ذلک و لا اعتراض و ھو قول أبی حنیفة والشافعی و أبی سلیمان وغیرھم''(۱)

''عورت کو اس بات پر مجبور کرنا جائز نہیں ہے کہ وہ خاوند کے پاس جہیز لائے نہ ہی اس مہر کی رقم سے جو خاوند نے اسے دی ہے نہ اس کے دوسرے اموال سے ،کل مہر اس کی ملکیت ہے اس میں جو چاہے کرے شوہر کو اس میں کسی قسم کے دخل دینے کا حق نہیں ہے یہ قول امام ابوحنیفہ، اما شافعی اور ابوسلیمان وغیرہ کا ہے۔''

امام ابوزھرہ اس سلسلہ میں حنفی مسلک کی یوں وضاحت کرتے ہیں:

(۱) المحلیٰ لابن حزم الاندلسی ج۹ ص ۱۰۸ دار الکتب العلمیة بیروت

''حنفیہ کی رائے یہ ہے کہ گھریلو سامان کی تیاری شوہر کے ذمہ ہے، اس لیے کہ ہر قسم کا نفقہ یعنی کھانا، لباس اور رہائش کی جگہ دینا اس پر واجب ہے اور گھریلو ساز و سامان رہائش کے مکان میں داخل ہے اس لحاظ سے گھریلو ساز و سامان کی تیاری شوہر پر واجب ہے ، مہر جہیز کے بدلہ میں نہیں ہے اس لیے کہ وہ عطیہ ونحلہ ہے جیسا کہ قرآن نے مہر کو نحلہ کہا ہے وہ بلاشرکت غیر بیوی کی ملک ہے اور بیوی کا یہ حق شوہر کے ذمہ واجب ہے ، شریعت میں کوئی ایسی دلیل نہیں جس کی بنیاد پر گھریلو ساز و سامان کی تیاری کو عورت پر واجب حق قرار دیا جا سکے اور بغیر دلیل کے کوئی حق ثابت نہیں ہوتا''۔

تلک (نقد رقم) اور جہیز کی صورت میں ملنے والی دولت اسی طرح حرام ہے جس طرح سود کا لینا دینا حرام ہے اس میں کسی طرح کا تعاون کرنا بھی حرام ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل''(۱)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''لا یدخل الجنة لحم نبت من سحت و کل لحم نبت من السحت کانت النار أولی به''.(۲)

ترجمہ: حرام مال سے پلا ہوا بدن جنت میں داخل نہیں ہوگا اور ہر حرام مال سے پروردہ بدن کے لیے جہنم کی آگ زیادہ مناسب ہے۔

مروجہ تلک اور جہیز حرام ہے اس کا لینا اس طرح حرام ہے جس طرح سود و رشوت کا لینا حرام ہے، حرام مال کے استعمال سے نماز و دعا

(۱) سورہ نساء ۲۹۔ (۲) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج۶ ص ۴۳

قبول نہیں ہوتی ہے، اس کی وجہ سے جہاں آخرت میں عذاب وسزا متعین ہے وہیں دنیاوی ذلت و رسوائی اور سزا بھی مقرر ہے۔اور اولاد کے نافرمان ہوجانے اور ایسی دولت کے جلد ختم ہوجانے کا مشاہدہ بھی ذی شعور کی آنکھیں کرتی رہتی ہیں ، اللہ کرے ہر مسلمان کو حرام دولت کے نقصانات کا صحیح شعور و یقین پیدا ہوجائے۔آمین

الغرض مروجہ تلک اور جہیز ایک رسم ہے، اسلام میں اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔لہٰذا لین دین دونوں حرام ہے آپ ﷺ کی شادیوں کے باب میں اور آپ ﷺ کی صاحبزادیوں کی شادیوں کے بیان میں، اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سیرت و احوال میں جہیز لینے اور دینے کا تذکرہ نہیں ہے بلکہ قرآن و حدیث متقدمین فقہاء اور ائمہ اربعہ کی کتابوں میں جہیز کا تذکرہ نہیں ہے اس کے باوجود ہمارا معاشرہ اس لعنت میں گرفتار ہوکر کسب حرام، رشوت، زنا و بدکاری، عریانیت و فحاشی، قتل و خونریزی، طلاق وخودکشی کی آماجگاہ بن گیا ہے۔(تفصیلات کے بعد ملاحظہ کیجئے راقم کی دوسری کتاب ''جہیز ایک ناسور'')

مہر:

مہر ایک ایسا تحفہ وعطیہ ہے جس کو شوہر اپنی بیوی کو شب زفاف یا اس کے بعد حسب سہولت پیش کرتا ہے، یہ جہاں اس کی شرمگاہ سے استفادہ کا عوض ہے وہیں یہ بیوی کی عزت وتکریم اور محبت و الفت کے اظہار کا ایک وسیلہ و ذریعہ بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مہر مؤجل اور معجّل دونوں جائز ہے۔

اسلام نے مہر شوہر کی معاشی حالت کے مطابق متعین کرنے کی

تاکید کی ہے۔مہر اس قدر زیادہ نہ ہو کہ شوہر اس کی ادائیگی سے قاصر و عاجز ہوجائے اور اس قدر کم نہ ہو کہ عورت کی قدر و قیمت پر حرف آئے۔

ترمذی میں ہے:

عن ابی العجفاء السُّلمی قال: قال عمر بن الخطاب ألا لا تغالوا صدقة النساء فانها لو كانت مَكرُمةً فی الدنيا أو تقوى عند الله، لكان أولا كم بها نبی الله ﷺ ما علمت رسول الله ﷺ نكح شيئا من نسائه ، ولا أنكح شيئا من بناته علی أكثر من ثنتی عشرة أوقيّةً (۱)

''حضرت عمر بن الخطابؓ نے فرمایا خبردار! عورتوں کے مہر بڑھایا نہ کرو، کیونکہ اگر یہ دنیا میں عزت اور اللہ کے نزدیک تقوی کی بات ہوتی تو تم لوگوں کے مقابلہ میں نبیؐ اس کے زیادہ مستحق تھے میرے علم میں نہیں کہ آپ نے کسی زوجہ مطہرہ سے نکاح کیا یا اپنی کسی صاحبزادی کا نکاح کیا اور ان کا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ سے زیادہ رکھا ہو''۔

ممالک عربیہ میں لڑکوں کی شادیوں میں تاخیر اور دشواری کی سب سے اہم وجہ مہر کی زیادتی ہے، جس کی ادائیگی عقد نکاح سے قبل لازم ہوتی ہے۔حالانکہ شریعت میں مہلت کی بھی گنجائش ہے، ہندوپاک میں تلک و جہیز کی وجہ سے لڑکیوں کی شادی دشوار ترین ہوگئی ہے جبکہ ممالک عربیہ میں مہر کی زیادتی کی وجہ سے لڑکوں کی شادی دشوار ہوگئی ہے۔اسلام میں یہ دونوں ناپسندیدہ عمل ہے۔

شوہر پر پورے مہر کی ادائیگی اس وقت واجب ہوتی ہے جبکہ

(۱) ترمذی ج ۳ ص ۴۲۳ باب ما جاء فی مهور النساء

شوہر نے ہمبستری کر لی ہو یا زوجین کو تنہائی نصیب ہو چکی ہو۔
اگر نکاح کے بعد ہمبستری یا خلوت صحیحہ نہ ہوئی ہو تو نصف مہر کی ادائیگی لازم ہوتی ہے اور عقد نکاح کے وقت مہر مقرر نہیں ہوا اور ہمبستری یا خلوت صحیحہ سے قبل رشتہ ختم ہوگیا تو اس صورت میں شوہر پر متعہ واجب ہوگا۔ متعہ کی کم سے کم مقدار ایک جوڑا کپڑا ہے جبکہ اس کی زیادہ سے زیادہ مقدار متعین نہیں ہے، یہ مرد کی معاشی حالت پر چھوڑ دیا گیا ہے۔

مہر ایک قرض ہے جس کی ادائیگی میں جلدی کرنی چاہئے اور خوش دلی کے ساتھ ادا کرنا چاہئے۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ فرماتا ہے:

و اٰتو النساء صدقٰتھن نحلة. (۱)

”تم لوگ بیوی کے مہر خوش دلی سے دے دیا کرو۔“

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

”جس کسی آدمی نے کسی عورت سے قلت مہر یا کثرت مہر پر شادی کی لیکن اس کے دل میں عورت کے اس حق کو ادا کرنے کا ارادہ نہیں ہے اس نے عورت کو دھوکہ دیا، وہ مرگیا اس حال میں کہ اس نے اس کا حق (مہر) اس کے سپرد نہیں کیا تو وہ قیامت میں اللہ سے زانی کی حیثیت سے ملاقات کرے گا۔ (۲)

اگر بیوی بلا کسی جبر و دباؤ کے اپنی مرضی وخوشی سے مہر معاف کردے تو اس کو اپنے مصرف میں استعمال کرنا جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فان طبن لکم عن شیء منه نفسا فکلوه هنیئا مریئاً. (۳)

”ہاں اگر وہ بیویاں خوش دلی سے چھوڑ دیں تو تم اس مہر کو،

(۱) نساء آیت ۴ (۲) الترغیب والترھیب للمنذری ج ۳ ص ۴۸
(۳) سورہ نساء آیت ۴

مزے دار اور خوشگوار سمجھ کر کھاؤ“۔

ازواج مطہرات، بنات طاہرات اور صحابیات کے مہر سونے اور چاندی کے سکوں میں مقرر کئے گئے تھے، چنانچہ سونے اور چاندی کی شکل میں مہر کا تعیّن سنت سے قریب ہے، اور عورت کے حق میں مفید و نافع بھی۔ کیونکہ آئے دن سکّوں کی قدر و قیمت میں انحطاط معمول کی بات ہوگئی ہے، سونے یا چاندی کی قیمت یا تو بڑھتی رہتی ہے یا اپنی جگہ پر قائم رہتی ہے۔

بارات:

موجودہ دور کی بارات اسلام کے مزاج و روح کے خلاف ہے، کیونکہ اس میں فضول خرچی، بے پردگی و بے حیائی عام بات ہوگئی ہے، حقیقت تو یہ ہے کہ اسلام کے نظام نکاح میں بارات کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ حضور اکرم ﷺ، صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین اور اسلاف کی زندگیوں میں اس کا کوئی تصور نہیں پایا جاتا۔ یہ ایک رسم ہے، جو کہ دولہے والے اپنے عزیز و اقارب اور متعلقین کی ایک جماعت ساتھ لے جاتے تھے تاکہ خود بھی منزل تک صحیح سلامت پہنچ جائیں، اور واپسی میں دلہن اور اس کا ساز و سامان بحفاظت گھر تک پہنچ جائے۔ بدامنی کے دور میں مختلف اغراض کی وجہ سے لوگ جماعت وگروہ کی شکل میں سفر کرتے تھے۔ سفر کی موجودہ سہولیات اور منظّم طریقوں کی ایجاد نہیں ہوئی تھی۔ لہٰذا حالات کی ابتری و بدحالی میں بارات ایک اہم ضرورت تھی۔

لیکن آج اس کو نکاح کا ایک لازمی حصہ قرار دے کر اور بلا ضرورت ایک بڑی جماعت کو ساتھ لے کر لڑکی والے کے گھر جانا اور لڑکی کے اولیاء کو عمدہ کھانا کھلانے اور رہائش کے لیے عمدہ انتظام کرنے پر مجبور کرنا سراسر ظلم و زیادتی ہے۔ بسا اوقات لڑکی والوں نے سو آدمیوں کا انتظام کیا تھا اور باراتی دو سو پہنچ گئے اس سے لڑکی والوں کی رسوائی و ذلت ہوتی ہے۔ کسی مسلمان کو رسوا کرنا جائز نہیں ہے اور اس کی وجہ سے نا اتفاقی پیدا ہوتی ہے یہ بھی حرام ہے۔ بن بلائے کسی کے گھر پہنچ جانا اور ڈھٹائی سے کھانا کھانا جائز نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ہی بارات میں فضول خرچی، بے پردگی و بے حیائی عام بات ہوگئی ہے، بارات میں مردوں کے ساتھ عورتیں بھی ہوتی ہیں۔ منچلے نوجوان اور خوبصورت لڑکیاں اور معصوم بچے بھی ساتھ ہوتے ہیں، عشقیہ نغموں کی کیسٹیں اور کیمرے بھی ساتھ ہوتے ہیں، کبھی سفر چند فاصلوں کا ہوتا ہے تو کبھی دوسرے شہر اور دیہات کا بھی ہوتا ہے، اس سفر میں جو بے پردگی و بے حیائی ہوتی ہے اس کو بیان کرنا دشوار ہے۔ معاملہ یہیں ختم نہیں ہو جاتا بلکہ مستقبل کی بہت ساری برائیوں کا بھی ذریعہ بن جاتا ہے۔ یہ سارے اعمال و افعال غیر شرعی ہیں، اور یہ نکاح کے مقدس فریضہ کے خلاف ہیں۔

پیغام نکاح :

پیغام نکاح، عقد نکاح کی تمہید ہے، لڑکا اور اسکے اولیاء کی جانب سے لڑکی کے اولیاء کو پیغام نکاح دیا جائے یا لڑکی کے اولیاء کی جانب سے پیغام نکاح دیا جائے دونوں صورتیں جائز ہیں۔ احادیث میں دونوں طرح

کی صراحت موجود ہے۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ شادی کا پیغام مرد کی طرف سے دیا جائے۔

عن عروة ان النبی ﷺ خطب عائشة الی أبی بکر فقال له ابوبکر : انما أنا أخوک، فقال أنت أخی فی دین الله و کتابه وهی لی حلال. (۱)

”حضرت عروہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہ کے سلسلہ میں حضرت ابوبکرؓ کو پیغام دیا حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا؟ آپ تو ہمارے بھائی ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: تم میرے دینی بھائی ہو اور میرے لئے اس سے نکاح درست ہے۔“

وقال عمر خطب النبی ﷺ الیّ حفصة فأنکحته. (۲)

”حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے حفصہؓ کے بارے میں پیغام نکاح دیا، میں نے آپؐ سے نکاح کر دیا۔“

براہ راست عورت کو پیغام نکاح دینا جائز ہے:

رسول اللہ ﷺ نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کے ذریعہ ام سلمہ کے پاس پیغام بھیجا۔ (۳)

حضرت ابوالسنابل بن بعلبک نے حضرت سبیعہ بنت حارث

---

(۱) بخاری ج ۳ ص ۲۴۰، باب تزویج الصغار من الکبار۔ دار المعرفة بیروت، لبنان

(۲) بخاری ج ۳ ص ۲۴۹، باب تزویج الأب ابنته من الامام۔ دار المعرفه بیروت

(۳) عن ام سلمة: ارسل الیّ رسول الله ﷺ حاطب بن ابی بلتعة یخطبنی له. فقلت : ان لی بنتاو أنا غیور فقال اما ابنتها فندعوالله ان یغنیها عنها، و أدعوالله ان یذهب بالغیرة. مسلم ج ۲ ص ۶۳۳، باب مایقال عند المصیبة۔ دار احیاء التراث العربی۔ بیروت)

کو (۱)اور حضرت ابوطلحہ نے حضرت ام سلیم کو پیغام دیا: (۲)

لڑکی کے والد یا دیگر رشتہ داروں کی جانب سے لڑکے یا اس کے اولیاء کو پیغام نکاح دینا جائز ہے۔ بخاری کی روایت کے مطابق حضرت عمرؓ نے اپنی صاحبزادی حفصہؓ کا پیغام نکاح حضرت عثمان بن عفانؓ کو دیا۔ ان کے انکار پر انہوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو پیغام دیا لیکن وہ بھی خاموش رہے۔لیکن چند ایام گذرے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حفصہؓ کے لئے پیغام دیا اور حضرت عمرؓ نے حضرت حفصہ کو آپ ﷺ کی زوجیت میں دے دیا۔ (۳)

صالح مرد کے لئے لڑکی اپنا پیغام نکاح خود بھیجنا چاہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

---

(۱) عن ام سلمة زوج النبی ﷺ ان امرأة من أسلم يقال لها سُبَيْعَة كانت تحت زوجها توّفی عنها وهی حبلی، خطبها ابو السنابل بن بعكك فأبت أن تنكحه فقال والله ما يصلح أن تنكحيه حتی تعتدی آخر الأجلين فمكثت قريباً من عشر ليال ثم جاء ت النبی ﷺ قال أنكحی.

بخاری ج ۳ ص ۲۸۱ باب واولات الأحمال اجلھن ،دارالمعرفۃ بیروت۔

(۲) ’’عن أنس قال خطب أبو طلحة أم سليم فقالت والله ما مثلك يا أبا طلحة يردّ و لكنك رجل كافر ا نا امرأة مسلمة و لايحل لی أن أتزوجك فان تُسلم فذلك مهری و ما أسألك غيره فأسلم فكان ذلك مهرها قال ثابت فما سمعت بامرأة قط كانت اكرم مهرا من أم سليم الاسلام فدخل بها فولدت له‘‘

سنن نسائی ج ۳،ص ۱۱۴ کتاب النکاح، باب التزویج علی الاسلام)

(۳) بخاری، باب عرض الانسان ابنته أو أخته علی أهل الخير ج ۳ ص ۲۴۷ ، دار المعرفۃ ، بیروت

حدثنا علی بن عبد الله حدثنا مرحوم قال سمعت ثابتا البنانی قال كنت عند انس وعنده ابنة له قال انس جاء ت امرأة الی رسول الله ﷺ تعرض عليه نفسها قالت يا رسول الله ألك بی حاجة ؟ فقالت بنت انس ما أقل حياء ها وا سَوْأتاه واسَوْتأه قال هی خير منك رغبت فی النبی ﷺ فعرضت عليه نفسها. (۱)

حضرت ثابت بنانی سے مروی ہے فرماتے ہیں: میں نے حضرت انسؓ کے پاس تھا ان کی بیٹی بھی وہاں بیٹھی تھی۔حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک خاتون رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور اپنی پیشکش کرتے ہوئے بولی: یا رسول اللہ! کیا آپ کو میری ضرورت ہے؟

حضرت انسؓ کی بیٹی بولی! توبہ توبہ کتنی بے شرم ہے۔حضرت انسؓ نے کہا وہ تم سے بہتر ہے۔حضور ﷺ کی ذات میں رغبت محسوس کی تو پیشکش کردی۔

مذکورہ روایات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ لڑکی کے سرپرستوں کی جانب سے ہی پیغام نکاح دینے کا عام چلن و رواج شریعت اسلامیہ کے مزاج وروح کے خلاف ہے۔ بلکہ لڑکا اور اس کے سرپرستوں کی جانب سے پیغام نکاح دینے کو رواج دیا جائے البتہ مذکورہ روایات کی روشنی میں حسب سہولت مختلف طریقے اپنانے کی بھی گنجائش ہے۔

کتب حدیث وسیرت کے مطالعہ کے بعد یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ پیغام نکاح عہد رسالت وصحابۂ کرام میں ایک آسان اور سادہ عمل تھا جس کو انجام

---

(۱) بخاری ۳ ص ۲۴۶، باب عرض المرأة نفسها علی الرجل الصالح

دینے کے لئے کسی تکلف، صرفہ و خرچہ اور رشتہ دار و متعلقین کو جمع کرنے کی قطعاً ضرورت نہیں سمجھی جاتی تھی۔ بلکہ پیغام نکاح کی بات جانے دیجئے شادی ہوجاتی تب بھی تمام عزیز و اقارب کو خبر نہیں ہو پاتی تھی۔ عبدالرحمٰن بن عوف رشتہ ازدواج سے منسلک ہو جاتے ہیں لیکن اپنی جان و مال سے زیادہ عزیز حضور پاک ﷺ کو بھی اپنی شادی کے موقع پر تشریف آوری کی دعوت نہیں دیتے ہیں۔ شادی کے کچھ آثار دیکھ کر حضور اکرم ﷺ خود ہی دریافت فرماتے ہیں، تب صحابی رسول شادی کر لینے کی بابت بتاتے ہیں۔(۱)

اس پاکیزہ دور میں شادی آسان ترین عمل تھا۔ آج اسی اسلام کے ماننے والے اور محمد ﷺ سے عشق کا دعویٰ کرنے والوں کے یہاں لڑکیوں کی شادیاں کیوں مشکل ترین ہوگئی ہیں۔ کیا ہم اللہ اور رسول ؐ کی تابعداری کے بجائے نفس اور شیطان کی پیروی نہیں کر رہے ہیں۔ کیا ہم آخرت کے حساب و کتاب کو بھلا کر دنیاوی مال و متاع اور منافع و فوائد کے حصول میں مشغول و منہمک نہیں ہوگئے ہیں۔ شادیوں میں غیر شرعی طور طریقہ اور رسوم و رواج کے کی وجہ سے ہم مختلف پریشانیوں میں مبتلا ہیں۔ اگر ان پریشانیوں اور مشکلات سے اپنے گھر، خاندان، اور معاشرہ کو نکالنا چاہتے ہیں تو ہمیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکموں کے آگے سر تسلیم خم کر دینا چاہئے۔ دونوں جہاں کی کامیابی اللہ اور اس کے رسول کی پیروی میں ہے۔

---

(۱) عبد الرحمٰن بن عوف جاء الی رسول الله ﷺ و به أثر صفرة فسأله رسول الله ﷺ فأخبره أنه تزوج امرأة من الأنصار قال : كم سُقْتَ اليها ؟ قال : زنة نواة من ذهب قال رسول الله أولم ولو بشاة. (بخاری ج ۳ ص ۲۵۲) باب الصفرة للمتزوج۔ دارالمعرفہ بیروت)

منگیتر کو دیکھنے کی اجازت ہے:

نکاح کا پیغام دینے سے پہلے اپنی منگیتر کو دیکھنے کی بھی اجازت دی ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

اذا خطب احدكم المرأة فان استطاع ان ينظر الى ما يدعوه الى نكاحها فليفعل (۱)

''جب تم میں سے کوئی کسی عورت کے یہاں نکاح کا پیغام بھیجے تو، جو چیز اس کے نکاح کی داعی بنی ہے اس کو دیکھ سکے تو دیکھ لے۔''

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھا، ایک شخص نے آکر اطلاع دی کہ وہ ایک انصاری عورت سے نکاح کرنے والا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: کیا تم نے اسے دیکھا ہے؟ جواب دیا نہیں، فرمایا: جاؤ اسے دیکھ آؤ انصار کی آنکھوں میں کچھ ہوتا ہے۔ (۲)

بہتر یہ ہے کہ نکاح کے ارادے کا ظاہر کئے بغیر لڑکی کو دیکھ لے تاکہ انکار کی صورت میں لڑکی یا اس کے گھر والوں کو صدمہ اور ذلت و رسوائی نہ ہو اور دوسری جگہ شادی میں دقت نہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص کسی عورت کو پیغام دے تو عورت کے علم کے بغیر بھی اسے دیکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

پیغام پر پیغام:

اسلام نے نکاح کا پیغام دینے میں اس بات کا بھی حکم دیا ہے کہ تم اپنے بھائی کے پیغام پر اپنا پیغام نہ دو۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) ابوداود ۲۰۸۳ (۲) مسلم کتاب النکاح باب ندب النظر الی وجہ المرأۃ حدیث ۱۴۲۴

لا یخطب بعضکم علی خطبة اخیه.(۱)

ہاں اگر یہ معلوم ہوجائے کہ پیغام کو رد کیا جا چکا ہے یا رشتہ مناسب نہ ہونے کی وجہ سے خاموشی اختیار کر لی گئی ہے تب دوسرا شخص پیغام دے سکتا ہے۔

خطبہ نکاح کا مفہوم اور زوجین سے عہد و پیمان:

خطبہ نکاح میں تمام امت مسلمہ کو خصوصیت کے ساتھ زوجین کو اللہ سے ڈرنے، رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت و فرمابرداری میں ہی کامیابی و کامرانی کا یقین کامل بنانے اور اپنے مقصدِ زندگی کو پہچاننے کی ہدایت ہے۔ خوشی کے موقع پر بھی اسلام کے حدود سے باہر نہ نکلنے کی واضح تلقین ہے۔ خطبۂ نکاح کے مفہوم پر غور کیجئے:

خطبہ نکاح

الحمد لله نحمده و نستعينه و نستغفره و نعوذ بالله من شرور أنفسنا و من سيئات أعمالنا من يهده الله فلا مضل له و من يضلله فلا هادى له، و أشهد أن لا اله الا الله و أشهد أن محمداً عبده و رسوله.

" يايها الذين آمنوا اتقوا الله حق تقاته ولا تموتن الا و أنتم مسلمون".

" يايها الناس اتقوا ربكم الذى خلقكم من نفس واحدة و خلق منها زوجها و بث منهما رجالا كثيرا و نساء.

(۱) بخاری، باب لا یخطب علی خطبة أخیه ج ۳ص ۲۵۱

واتقوا لله الذى تساء لون به والارحام. ان الله كان عليكم رقيبا".

" يايها الذين آمنوا اتقوا الله وقولوا قولاً سديداً، يصلح لكم أعمالكم و يغفرلكم ذنوبكم، ومن يطع الله و رسوله فقد فاز فوزا عظيما".

"تمام تعریف اللہ ہی کے لئے ہے، ہم اسی کی حمد بیان کرتے ہیں اور اسی سے مدد چاہتے ہیں اور اسی سے مغفرت طلب کرتے ہیں اور ہم اپنے بُرے اعمال اور نفس کے شرور سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں، جسے خدا راہ یاب کردے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں اور محمدؐ خدا کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔"

"اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرا کرو۔ جتنا اس سے ڈرنا چاہیے اور بجز اسلام کے اور کسی حالت پر جان مت دینا۔" (سورہ آل عمران ۱۰۲)

"اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک جاندار سے پیدا کیا، اس جاندار سے اس کا جوڑا پیدا کیا، اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں، اور تم خدائے تعالیٰ سے ڈرتے رہو جس کے واسطے سے سوال کرتے ہو آپس میں اور خبردار رہو قرابت والوں سے۔ بالیقین اللہ تعالیٰ تم سب کی اطلاع رکھتے ہیں۔" (النساء)

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اور راستی کی بات کہو، اللہ تعالیٰ اس کے صلہ میں تمہارے اعمال درست کردے گا اور تمہارے گناہ معاف کردے گا، اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا سو وہ بڑی کامیابی کو پہنچے گا۔" (سورہ احزاب ۷۰)

اس خطبہ کو بار بار پڑھئے کہ ہزاروں صفحات کو چند سطروں میں سمو دیا

گیا ہے۔ یہ اللہ اور اس کے رسول کے کلام کا اعجاز ہے، لیکن افسوس! ان واضح ہدایات کے باوجود نفس اور شیطان کے جال میں ہم پھنس چکے ہیں۔

اگر ہم ان پر عمل پیرا ہوجائیں تو انشاء اللہ ان تمام عائلی و معاشرتی مسائل و تنازعات کا خاتمہ ہوجائے گا جن سے ہمارا گھر، خاندان اور سماج دوچار ہے۔

عقد نکاح :

عقد نکاح کے لئے سب سے بہتر جگہ مسجد ہے جیسا کہ ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے ''**واجعلوه فی المساجد**'' (۱) لیکن حسب سہولت کسی بھی مناسب جگہ میں عقد نکاح کی مجلس منعقد کی جا سکتی ہے جہاں لوگ آسانی سے جمع ہوسکیں، کیونکہ اس مجلس کے انعقاد کا مقصد نکاح کی تشہیر بھی ہے۔ دونوں کے عزیز و اقارب جمع ہوں اور دو بالغ گواہوں کی کوموجودگی میں خطبہ مسنونہ کے بعد ایجاب وقبول کرلیا جائے۔ اور شب زفاف کے بعد طاقت وسہولت کے مطابق ولیمہ کرلیا جائے۔

ولیمہ :

ولیمہ سنت ہے حضور اکرم ﷺ نے حضرت زینبؓ سے نکاح فرمایا تو بکری کے گوشت سے ولیمہ فرمایا۔ حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ "**ما رأيت النبی ﷺ أولم على أحد من نسائه ما أولم على زينب أولم بشاة**". (۲) جبکہ دوسری زوجہ مطہرہ سے نکاح کے بعد دو مد جو سے ولیمہ فرمایا، حضرت صفیہ بنت شیبہ روایت کرتی ہیں "**اولم النبی ﷺ علىٰ بعض نسائه بمدين من شعير**" (۳)

ولیمہ وہی سنت ہے جس کا اہتمام بآسانی کیا جا سکے۔ ولیمہ کا مقصد

(۱) ترمذی جلد۳ ص ۳۹۹، باب ما جاء فی اعلان النکاح، دار الکتاب العلمیۃ، بیروت

(۲) بخاری ج ۳ ص ۲۵۵، باب الولیمۃ ولو بشاۃ (۳) بخاری ج ۳ ص ۲۵۵

نکاح کی تشہیر اور خوشی و مسرت میں اعزاء واقارب اور دوست واحباب کو شریک کرنا ہے لیکن اس قدر خرچ کرنا کہ بعد میں افسوس وندامت ہو یا قرض کی نوبت آجائے اسلام میں اس کی اجازت نہیں ہے۔

ولیمہ میں مالداروں کو بلانا اور غریبوں کو نظرانداز کردینا ازروئے شرع منع ہے۔ ولیمہ کا کھانا شب زفاف کے بعد کھلایا جائے۔ ولیمہ کی دعوت کو قبول کرنا سنت ہے۔ اگر کوئی مجبوری نہ ہو اور جائے ولیمہ کوئی غیر شرعی کام نہ ہو رہا ہو تو اس میں ضرور شرکت کرنی چاہئے، ایک موقع پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

شر الطعام طعام الوليمة يدعى لها الأغنياء ويترك الفقراء، ومن ترك الدعوة فقد عصى الله و رسوله (۱) ''ولیمہ کا برا کھانا وہ ہے جس میں مالداروں کو بلایا جائے اور غریبوں کو چھوڑ دیا جائے اور جس نے دعوت میں شرکت نہیں کی اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی۔''

مذکورہ اسلامی تعلیمات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اسلام میں شادی تمام رسوم و تکلفات سے پاک ہے۔ اسلام کا نظامِ نکاح دونوں جہاں کے سکون و کامیابی کو اپنے اندر سموئے ہے۔ فضول خرچی، تلک، جہیز اور غیر شرعی اعمال و رسوم کی اس میں قطعاً گنجائش نہیں ہے۔ نکاح ایک عبادت ہے لہٰذا اس میں اللہ اور اس کے رسول کے احکام اور خوشنودی کا خیال نہ رکھنا اس کے فوائد وثمرات سے محروم

بخاری ج ۳ ص ۲۵۵

ہوجانے کا ذریعہ ہے۔ جب معنویت ختم ہوجائے تو دنیاوی مفاد ہی باقی رہ جاتا ہے، نکاح کا بندھن کمزور ہوجاتا ہے، پھر رسم ورواج کی پابندی، فضول خرچی اور اسراف، سامان وروپیے کا مطالبہ، بیوی کے حقوق میں کوتاہی، بیوی کو معلق رکھنے، اذیت رسانی اور قتل، خودکشی، طلاق، کیس ومقدمہ اور محض پہلی بیوی کو پریشان کرنے کے لیے دوسری شادی کرنے کا چلن عام ہوجاتا ہے، جب ہم اپنے خاندان، معاشرہ اور ہندوستانی سماج کا گہرائی سے جائزہ لیتے ہیں تو ہر طرف خدا فراموشی، دنیا طلبی و مفاد پرستی اور درندگی وشیطانیت کی حکمرانی پاتے ہیں، جس کی وجہ سے دل کو پاش پاش کردینے اور دماغ کو شل کردینے والے واقعات بکثرت وقوع پذیر ہورہے ہیں، بسا اوقات انسانی کرتوت واعمال، درندوں کی درندگی کو ہیچ وکمتر بنادیتے ہیں

سسرال کے مخالف ماحول میں صبر و حکمت کے مفید نتائج :

یہ بھی حقیقت ہے کہ بعض خواتین سسرال کے مخالف ماحول میں صبر وضبط اور خدمت اور نرم گفتاری سے کام لے کر مخالف ماحول کو اپنے موافق بنالیتی ہیں اور معاملہ کو آگے نہیں بڑھنے دیتی اور بعض خواتین جذبات وغصہ میں مبتلا ہوکر بداخلاقی و بدزبانی پر اتر آتی ہیں اور اپنے طور طریقہ سے آگ میں تیل ڈالنے کا کام کرتی ہیں۔ بات اتنی آگے بڑھ

جاتی ہے کہ یا تو وہ خودکشی کرلیتی ہیں (۱)

یا سسرال والے قتل کردیتے ہیں یا جلادیتے ہیں یا طلاق دیکر اس سے چھٹکارا حاصل کرلیتے ہیں اور کبھی معاملہ تھانہ اور عدالت تک پہنچتا ہے اور دونوں خاندانوں کی عزت خاک میں مل جاتی ہے

شوھر کے حقوق :

حالانکہ بیوی پر شوہر کا حق یہ ہے کہ وہ اس کی نیک کاموں میں فرمانبرداری کرے اور اپنے نفس اور اس کے مال کی حفاظت کرے اور اپنی ظاہری شکل وصورت اور عمل سے اس کو ناراض نہ کرے۔ اور جب وہ تھکا ماندہ گھر لوٹے تو وہ اس کا خندہ پیشانی سے استقبال کرے۔

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ میں نے رسول ﷺ سے دریافت کیا:

''أی الناس أعظم حقاً علی المرأة؟ قال زوجها''(۲)

''عورت پر لوگوں میں سے کس کا سب سے زیادہ حق ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا اس کے شوہر کا (حق سب سے زیادہ ہے)' اس کی

---

(۱) حالانکہ خودکشی کرنا مومن مرد اور عورت کے شایانِ شان نہیں ہے۔ ناقص ایمان والے ہی خودکشی کرتے ہیں اس لیے کہ خودکشی کرنے والوں کے لیے دردناک عذاب متعین ہے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے: **من تردی من جبل فقتل نفسه فهو فی نار جهنم خالداً مخلداً فیها ابداً ومن تحسی سمًّا فقتل نفسه من یده یتحساه فی نار جهنم یتردیٰ فیه خالداً مخلداً فیها ابداً ومن قتل نفسه فسمه بحدیدة فحدیده فی یده یجأ بها فی بطنه فی نار جهنم خالداً مخلداً فیها ابدا**

''جس نے اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا کر خودکشی کرلی وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ گرتا رہے گا اور جس نے زہر کھا کر خودکشی کرلی وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنے ہاتھ سے زہر کھاتا رہے گا اور اس نے لوہے کی کسی چیز سے خودکشی کی وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے لوہے کی اس چیز سے اپنے آپ کو زخمی کرتا رہے گا''۔ (بخاری جلد۲/ص ۲۳/ کتاب الدیات)۔

(۲) رواہ البزار والحاکم واسناد البزار حسن الترغیب والترھیب ج۳ ص۵۳

تائیدایک دوسری روایت سے بھی ہوتی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

لو أمرت أحدا أن يسجد لأحد لامرتُ المرأة أن تسجد لزوجها ولو أن رجلا أمر امرأة أن تنقل من جبل أحمر الى جبل أسود ومن جبل أسود الى جبل أحمر لكان نولها أن تفعل.(۱)

''اگر میں کسی کو کسی کے سامنے سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کو ضرور حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کے سامنے ضرور سجدہ ریز ہو اور اگر شوہر اپنی بیوی کو حکم دے کہ وہ سرخ پہاڑ کو کالے پہاڑ سے اور کالے پہاڑ کو سرخ پہاڑ سے بدل دے تو عورت کے بس میں ہو تو ایسا کرے۔''

اللہ نے نیک بیویوں کا یوں وصف بیان فرمایا ہے:

''فالصٰلحٰت قانتات حافظات للغيب بما حفظ الله''(۲)

''جو عورتیں نیک ہیں اطاعت کرتی ہیں مرد کی عدم موجودگی میں بہ حفاظت الٰہی نگہداشت کرتی ہیں۔''

حضرت ابوامامہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا:

''ما استفاد المؤمن بعد تقوى الله عز و جل خيراً له من زوجة صالحة ان أمرها أطاعته و ان نظر اليها سرّته و ان اقسم عليها ابرته و ان غاب عنها نصحت فى نفسها و ماله''(۳)

''مومن نے اللہ کے خوف اور تقویٰ کے بعد کسی چیز سے فائدہ نہیں اٹھایا جو اس کے لیے زیادہ بہتر ہو اس نیک بیوی سے زیادہ جو (اس کے حکم کی ایسی پابند ہو کہ) اگر وہ حکم دے تو اس کی فرمانبردری کرے اور اگر وہ اس

---

(۱) ابن ماجہ جلد ۱/ص ۵۹۵/ حدیث نمبر ۱۸۵۲

(۲) سورہ نساء آیت ۳۴

(۳) ابن ماجہ ج ۱ ص ۵۹۶ حدیث نمبر ۱۸۵۷

کے طرف دیکھے تو اس کو خوش کردے اور اگر وہ اس کے سلسلے میں کسی بات پر قسم کھالے تو (وہ اس کے مطابق کام کر کے) اس کی قسم کو سچا کردے اور اگر وہ اس کے پاس موجود نہ ہو تو وہ عورت اپنی نفس اور اس کے مال کے بارے میں اس مرد کی خیرخواہی کرے۔''

اسلام نے اللہ کی اطاعت اور دینی فرائض کی انجام دہی اور شوہر کی اطاعت کو ایک ساتھ بیان کیا ہے جس سے اس کی اہمیت مزید اجاگر ہوتی ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اذا صلت المرأة خمسها و صامت شهرها و حفظت فرجها و اطاعت زوجها قيل لها ادخلى الجنة من اى ابواب الجنة شئت''(۱)

''جب عورت پانچ وقت کی نمازوں کو ادا کرلیتی ہے اور رمضان کے روزہ کو رکھ لیتی ہے اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرلیتی ہے اور اپنے شوہر کی فرمانبرداری کرلیتی ہے تو اس سے کہا جائے گا کہ جنت کے جس دروازے سے چاہو اس میں داخل ہو جاؤ''۔

شوہر کی اطاعت وفرمانبرداری اور اس کو خوش وخرم رکھنے پر جنت کی خوشخبری ہے جیسا کہ مذکورہ احادیث کے ساتھ مندرجہ ذیل حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے۔

---

(۱) الترغيب والترهيب ج ۳ ص ۵۲

''أيما امرأة ماتت و زوجها عنها راض دخلت الجنة''(۱)

''جو کوئی عورت اس حال میں انتقال کرتی ہے کہ اس کا شوہر اس سے راضی ہوتو وہ جنت میں داخل ہوگی۔''

فرمانبردار و اطاعت شعار بیویوں کے لیے جہاں جنت کی خوشخبری ہے وہیں نافرمان بیوی کے لیے دوزخ کی وعید بھی ہے۔ حضرت ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''............و انی رأیت النار فلم أر کالیوم منظراً قط و رأیت اکثر أهلها النساء قالوا لم یا رسول الله؟ قال بکفرهن قیل یکفرن بالله قال یکفرن العشیر و یکفرن الاحسان لو أحسنت الی احداهن الدهر ثم رأت منک شیئاً قالت ما رأیت منک خیراً قط''(۲)

''میں نے دوزخ کو دیکھا تو اس دن کی طرح کبھی کسی منظر کو نہیں دیکھا میں نے جہنم میں زیادہ تر عورتوں کو دیکھا صحابۂ کرام نے دریافت کیا یا رسول اللہ ایسا کیوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اپنی ناشکری کی وجہ سے۔ کہا گیا۔ وہ اللہ کی ناشکری کرتی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ شوہر کی ناشکری کرتی ہیں اور احسان فراموشی کرتی ہیں اگر تم ہمیشہ ان کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرتے رہے پھر کبھی تمہاری جانب سے کسی کمی کو پالیا تو کہے گی کہ آپ کی جانب سے کبھی کسی بھلائی کو پایا ہی نہیں۔''

---

(۱) ابن ماجہ ج ۱ ص ۵۹۵ حدیث نمبر ۱۸۵۴

(۲) بخاری ج ۳ ص ۲۶۱ دار المعرفہ بیروت

عورتوں کو زندہ جلا دینا درندگی و شیطانیت

اسلام نے میاں بیوی کے حقوق و فرائض متعین کر کے رشتۂ ازدواج کو مضبوط و مستحکم بنایا اور اخلاقی تعلیمات کے ذریعے دونوں کی زندگی کو پُرسکون و خوشگوار بنایا۔ مرد کو کمانے اور بیوی کے جملہ مالی اخراجات کو پورا کرنے کا پابند بنایا اور بیوی کو ہر طرح کے مالی بوجھ سے آزاد کیا لیکن ہمارے سماج میں نقد رقم اور فرمائشی سامان لانے کا عورت کو پابند بنا دیا گیا ہے۔ ان کے بغیر عموماً شادی کا تصور نہیں کیا جاتا ہے۔ مطلوبہ سامان نہ ملنے کے نتیجہ میں دُلہن پر مظالم ڈھائے جاتے ہیں اور مطلوبہ سامان لانے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ بسا اوقات معاملہ اتنا طول پکڑ جاتا ہے کہ ان کو جلا دیا جاتا ہے یا خودکشی پر مجبور کر دیا جاتا ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ مسلم معاشرہ میں بھی وہ تمام خرابیاں داخل ہوگئی ہیں جن سے اسلام نے سختی سے منع کیا ہے۔ اسلام نے ظلم سے بچنے ہی کا حکم نہیں دیا ہے بلکہ ظالم کو ظلم سے روکنے کا بھی پابند کیا ہے۔

ظالم کو ظلم سے روکا جائے :

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''انصر أخاک ظالماً أو مظلوماً قالوا یا رسول الله هذا ننصره مظلوماً فکیف ننصره ظالماً قال تأخذ فوق یدیه'' (۱)

---

(۱) بخاری ج ۲، ص ۲۶ باب أعن اخاک ظالما اور مظلوما

"تم اپنے بھائی کی مدد کرو چاہے وہ ظالم ہو یا مظلوم، صحابۂ کرام نے (تعجب سے) دریافت کیا یا رسول اللہ یہ تو بات سمجھ میں آتی ہے کہ ہم اپنے مظلوم بھائی کی مدد کریں گے لیکن ہم ظالم کی کیوں کر مدد کرسکتے ہیں تو آپ نے فرمایا (اس کی مدد یہ ہے کہ) اُس کو ظلم سے روک دو"۔

اگر ظالم اپنی حرکت سے باز نہ آئے تو مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اس کا مقابلہ اس وقت تک کریں جب تک کہ ظالم اپنی حرکت سے باز نہ آجائے۔ اگر ظالم کے ظلم کو خاموشی سے برداشت کرلیا جائے تو ظالم کی حوصلہ افزائی ہوگی اور اس کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا جائے گا اور یکے بعد دیگرے تمام کو اپنے ظلم و زیادتی کا نشانہ بناتا رہے گا اس لیے کسی پر ظلم و زیادتی کو دیکھ کر مسلمانوں کو خاموش نہیں بیٹھنا چاہیے۔

"فان بغت أحدهما على الأخرىٰ فقاتلوا التى تبغى حتى تفىء الى امر الله" (۱)

"پھر اگر ان میں کا ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے تو اس گروہ سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم کی طرف لوٹ آئے"۔

ظالم کی سزا :

ظالم کو ظلم کی سزا ضرور ملے گی۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" ان الله عز و جل يملى للظالم فاذا أخذه لم يفلته ثم قرأ و كذلک أخذ ربک اذا أخذ القرىٰ و هى ظالمة ان أخذه أليم شديد" (۲)

"اللہ ظالم کو مہلت دیتا ہے پھر جب اس کو پکڑتا ہے تو چھوڑتا نہیں

(۱) سورہ حجرات آیة ۹ (۲) مسلم ج۴ ص ۱۹۹۸ حدیث نمبر ۲۵۸۳

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی کہ آپ کے رب کی داروگیر ایسی ہی ہے جب وہ کسی بستی پر داروگیر کرتا ہے جب کہ وہ ظلم کیا کرتے ہوں بلاشبہ اس کی داروگیر بڑی الم رساں اور سخت ہے"۔

مظلوم کی بد دعا:

ہر شخص کو ظلم سے بچنا چاہیے کیونکہ مظلوم کی آہوں سے عرشِ الٰہی لرز اُٹھتا ہے اور اس کی آہیں بلا کسی رُکاوٹ کے اللہ تک پہنچ جاتی ہیں۔

" اتق دعوة المظلوم فانها ليس بينها و بين الله حجاب" (۱)

"مظلوم کی بد دعا سے بچو اس لیے کہ مظلوم کی بد دعا اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہے"۔

آخرت میں جب ایک ایک نیکی کی بڑی اہمیت ہوگی وہاں سارے رشتے ناطے ختم ہوجائیں گے کوئی کسی کو ایک نیکی دینے کے لیے تیار نہیں ہوگا۔ جنت یا دوزخ کا فیصلہ ہونے والا ہوگا اس موقع پر اگر کسی کی نیکیاں دوسرے کو دے دی جائے تو یہ کیسی حسرت وندامت اور محرومی کی بات ہوگی۔

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس نے اپنے بھائی کی آبرو یا کسی چیز پر ظلم کیا ہو تو اس کو چاہیے کہ اس کا فدیہ ادا کرکے پاک ہولے اس دن سے پہلے کہ اس کے پاس دینے کو دینار ہوگا نہ درہم، ظلم کے بدلے ظلم کے برابر مظلوم کو ظالم کی نیکیاں دلائیں جائیں گی اور اگر نیکیاں نہ ہوں گی تو مظلوم کی بدیاں

(۱) بخاری ج۲ ص ۶۷ باب الاتقاء والحذر من دعوة المظلوم

ظالم پر لادی جائیں گی''۔

ناحق قتل حرام ہے:

اسلام نے کسی کو ناحق قتل کرنے کو حرام قرار دیا ہے جس کو قتل کیا جارہا ہو اس کا تعلق کسی ملک، وطن، قوم ونسل، ذات و برادری اور مذہب سے ہو یا مقتول اس کی بیوی، بیٹی، بیٹا یا کوئی اور رشتہ دار ہو، جس نے ناحق ایک جان کا قتل کیا اس نے گویا ساری انسانیت کو قتل کر دیا، سارے جہاں کے خالق و مالک نے فرمایا:

''من قتل نفساً بغير نفس أو فساد فى الأرض فكأنما قتل الناس جميعاً و من أحياها فكأنما أحيا الناس جميعاً'' (۱)

''جو شخص کسی شخص کو بلا معاوضہ دوسرے شخص کے یا بغیر کسی فساد کے (جو زمین میں اس سے پھیلا ہو) قتل کر ڈالے تو گویا اس نے تمام آدمیوں کو قتل کر ڈالا اور جو شخص کسی شخص کو بچالے تو گویا اس نے تمام آدمیوں کو بچالیا''۔

قاتل کا ٹھکانہ:

قاتل کا ٹھکانہ جہنم ہے اس میں اس کے لیے دردناک عذاب ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''و من يقتل مؤمناً متعمداً فجزاؤه جهنم خالداً فيها و غضب الله عليه و لعنه و أعد له عذاباً عظيماً'' (۲)

''اور جو شخص کسی مومن کو قصداً قتل کر ڈالے تو اس کی سزا جہنم ہے

---

(۱) سورہ مائدہ آیت ۳۲ (۲) سورہ نساء آیت ۹۳

کہ ہمیشہ ہمیش اس میں رہے گا اور اس پر اللہ غضبناک ہوں گے اور اس کو اپنی رحمت سے دور کر دیں گے اور اس کے لیے بڑی سزا کا سامان کریں گے''۔

جو لوگ اپنی بیوی اور بہو کو قتل کرتے ہیں ان کو دنیا میں بھی ذلت و سزا ملتی ہے اور وہ آخرت میں بھی دردناک عذاب وسزا میں مبتلا ہوں گے۔

حرام مال و دولت کا استعمال ناجائز:

تلک (نقد رقم) رشوت ہے اس کا لینا حرام ہے اسی طرح من پسند سامان جہیز کا حاصل کرنا اور اس کو استعمال کرنا حرام ہے۔ ہمارے معاشرہ میں شادی کے موقع پر تلک، جہیز اور مختلف ناموں سے لڑکی والوں سے روپئے اور سامان حاصل کرنے کا عرف و رواج ہے یہ غیر شرعی ہے اور شادی کے بعد بھی کئی سال تک لڑکی والوں سے روپئے اور سامان حاصل کرنے کا رواج پایا جاتا ہے۔ حالانکہ کسی کے مال کو اس کی خوشی و مرضی کے بغیر حاصل کرنا اور اس کا استعمال کرنا حرام ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''يأيها الذين آمنوا لا تاكلوا اموالكم بينكم بالباطل'' (۱) ''اے ایمان والو آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طور پر مت کھاؤ۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ألا لا يحل مال امرء الا بطيب نفس منه'' (۲)

''سن لو کسی آدمی کا مال دوسرے کے لیے حلال نہیں ہوتا جب

---

(۱) سورہ نساء ۲۹ (۲) رواہ البیہقی فی شعب الایمان

تک کہ وہ اسے خوش دلی سے نہ دے''۔

حرام مال استعمال کرنے والوں کی نماز اور دعا قبول نہیں ہوتی ہے۔حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''من اشتریٰ ثوباً بعشرة دراهم و فيه درهم حرام لم يقبل الله تعالیٰ له صلوٰة ما دام عليه''(۱)

اگر کسی نے دس درہم میں کوئی کپڑا خریدا اس میں ایک درہم بھی حرام ہے تو اس کی نماز اس وقت تک قبول نہیں ہوگی جب تک کہ وہ کپڑا جسم پر ہے۔

ایک دوسرے موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''..........ثم ذكر الرجل يطيل السفر أشعث أغبر يمد يده الى السماء يارب يارب و مطعمه حرام و مشربه حرام و ملبسه حرام و غذی بالحرام فانی يستجاب لذلک''(۲)

''پھر آپ ﷺ نے ایسے شخص کا ذکر کیا جو طویل سفر میں ہونے کی وجہ سے پراگندہ حال اور خستہ حال ہے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو آسمان کی طرف اُٹھا کر یارب یارب کہہ رہا ہے جب کہ اس کا کھانا، پینا، لباس اور غذا حرام ہے تو بھلا اس کی دعا کیوں کر قبول ہو''۔

ان واضح اسلامی ہدایات کے باوجود ہمارے معاشرہ میں شادی کے موقع پر لڑکی والوں سے تلک و جہیز کا مطالبہ اور شادی کے بعد بھی کئی سال تک مختلف مطالبات کا عرف و رواج پایا جاتا ہے اور

(۱) مرقاۃ ج ۶ ص ۵۰۔۵۱ (۲) مسلم ج ۲ ص ۳۲۶ کتب خانہ رشیدیہ دہلی

مطالبات و فرمائش کی تکمیل نہ ہونے پر عورتوں پر ظلم و ستم، قتل و ہلاکت کے واقعات میں آئے دن اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔

آج امت مسلمہ ایسے اعمال میں ملوث ہے کہ جن کی وجہ سے پچھلی امتیں ہلاک کردی گئیں، جب ہم ہندوستانی سماج میں عورت پر ہو رہے مظالم اور ان کی ہلاکت کا جائزہ لیتے ہیں تو دماغ کو شل کردینے اور جگر کو پاش پاش کردینے والی رپورٹ سامنے آتی ہے۔

ہندوستان کی ایک عوامی تنظیم جسکا نام ''عوامی یونین برائے جمہوری حقوق'' ہے نے آزاد ہندوستان کے گذشتہ چالیس سالہ دور میں عورتوں کے اپنے ہاتھوں آگ سے جل کر مرجانے یا دیگر طریقوں سے خودکشی کرلینے کے اعداد وشمار جمع کرکے بتایا ہے کہ آزاد ہندوستان میں اس مدت کے دوران ۲۰۰۰۷ر ہزار نوجوان عورتیں جہیز کے جھگڑوں کی وجہ سے جلا کر مارڈالی گئیں(۱)۔

سرکاری اعداد وشمار جو مختلف اجلاسوں میں پارلیمنٹ کے سامنے جہیز کی بھینٹ چڑھنے والی دلہنوں کے بارے میں پیش کیے گئے ہیں اور جو اعداد وشمار نیشنل کرائم بیورو نے فراہم کیے ہیں وہ حسبِ ذیل ہیں۔

نمبر شمار	سال	جہیزی اموات
۱	۱۹۷۵ تا ۱۹۷۸ء	۵۲۴۵
۲	۱۹۷۹ء	۱۰۵۶
۳	۱۹۸۳ء	۱۲۳۲

(۱) نقیب امارتِ شرعیہ، ۱۶؍ جنوری ۱۹۸۹ء

۴	۱۹۸۵ء	۹۹۹
۵	۱۹۸۶ء	۱۳۱۹
۶	۱۹۸۷ء	۱۹۱۲
۷	۱۹۸۸ء	۲۲۰۹
۸	۱۹۸۹ء	۴۰۰۰
۹	۱۹۹۰ء	۵۱۵۷
۱۰	۱۹۹۱ء	۸۹۸۷
۱۱	۱۹۹۳ء	۱۹۵۲
۱۲	۱۹۹۴ء	۴۸۵۰
۱۳	۱۹۹۷ء	۶۰۰۶

اس شڈول کو بغور دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ ۱۹۷۵ء اور ۱۹۹۷ء کے دوران صرف ۱۶/ سالوں میں ۴۴۹۲۴ عورتیں جہیز کی وجہ سے ہلاک کر دی گئیں، گویا ہر سال ۲۸۰۷ عورتیں ہلاک ہوئیں۔لہذا جن سات سالوں کے اعداد وشمار درج نہیں ہیں ان سالوں میں بھی مذکورہ سالانہ تناسب کے حساب سے دیکھا جائے تو عورتوں کی ہلاکت ۱۹۶۵۴/ تک جا پہنچے گی۔اب ہم مذکورہ اعداد وشمار پر دوبارہ غور کرتے ہیں تو یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ گزشتہ سالوں کے مقابلہ میں آنے والا سال اپنے دامن میں عورتوں کی ہلاکت کے زیادہ واقعات سمیٹے ہوا ہے۔مثلاً ۱۹۷۵ء تا ۱۹۷۸ء چار سالوں میں ۵۲۴۵/ عورتیں ہلاک کر دی گئیں، جبکہ ۱۹۸۸ء تا ۱۹۹۱ء کے چار سالوں میں عورتوں کی ہلاکت ۲۰۳۵۳/ تک جا پہنچی۔ اسی طرح ہم سابقہ سالانہ رپورٹ کو سامنے رکھ کر اندازہ

لگا سکتے ہیں کہ ۱۹۹۸ء تا ۲۰۰۳ء یعنی چھ سالوں میں کم سے کم ۱۶۸۴۴ عورتیں ہلاک کر دی گئی ہوں گی۔لہذا کہا جا سکتا ہے کہ ۱۹۷۵ء سے ۲۰۰۳ء تک کم سے کم ۸۱۴۲۱ (اکیاسی ہزار چار سو اکیس) عورتیں جہیز کی وجہ سے ہلاک ہو چکی ہیں۔

مذکورہ اعداد وشمار وہ ہیں جن کی اطلاع پولیس محکمہ یا خفیہ ایجنسیوں کو ہوگئی ہے، نہ معلوم اس کے علاوہ کتنی ہلاک ہونے والی عورتیں ایسی ہیں جن کے حالات کا علم دور دراز علاقے میں واقع ہونے کی وجہ سے سرکاری عملے کو نہیں ہو سکا یا نہیں ہونے دیا گیا۔

کسی بھی قوم و ملت کی بیٹی جلائی جائے لیکن امت مسلمہ کو بے چین ہو جانا چاہئے

یہ بھی حقیقت ہے کہ ہلاک ہونے والی زیادہ تر عورتیں ہندو مت سے تعلق رکھتی ہیں، لیکن بحیثیت امتِ مسلمہ ہمارے لیے یہ جائز نہیں کہ ہم کسی پر برائی وظلم کو ہوتا دیکھیں اور اس کو حسبِ استطاعت روکنے کی کوشش نہ کریں، اگر حضور اکرم ﷺ باحیات ہوتے اور کسی بھی قوم وملت سے تعلق رکھنے والی لڑکی جلائی جاتی تو دنیا میں سب سے زیادہ تکلیف وصدمہ جس کو ہوتا تو وہ آپ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ ہوتی اور آپ ﷺ اس وقت تک چین وسکون سے نہیں بیٹھتے جب تک کہ یہ ظلم کا سلسلہ بند نہ ہو جاتا۔عرب میں زندہ درگور کی جانے والی لڑکیوں کے خلاف سب سے پہلے آپ صلعم نے صدا بلند کی، اور آپ صلعم کو اس وقت تک قرار نہیں آیا جب تک کہ یہ ظالمانہ کارروائی بند نہ ہوگئی۔ محمد ﷺ کی امت ہونے کی وجہ سے ہمارے اندر بھی تڑپ و بے چینی ہر وقت موجود رہنی چاہیے۔ ہمارا یہ عزم مصمم ہونا چاہیے کہ ہم کسی پر ظلم کو

برداشت نہیں کریں گے اور کسی عورت کو زندہ نہیں جلنے دیں گے، لیکن افسوس کہ آج ہم خود اپنی بیوی اور بہو کو جلا رہے ہیں تو بھلا دیگر مذاہب واقوام کے معصوم جانوں کو کیسے بچا سکتے ہیں۔ ہمیں اپنا محاسبہ کرنا چاہئے، کہ کیا ہم ان ذمہ داریوں کو نبھا رہے ہیں جو بحیثیت امتِ مسلمہ ہم پر عائد ہوتی ہیں؟ اگر نہیں تو ہمیں سارے جہاں کے خالق و مالک کے سامنے جواب دہی کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ جس دن سوائے اس کے کوئی حامی و مددگار نہیں ہوگا، اس فریضہ سے غفلت کے نتیجہ میں دنیاوی نقصان و تباہی یہ ہے کہ اب ہمارے معاشرے میں نسبندی، اسقاطِ حمل، زنا وجسم فروشی، عریانیت وفحاشی، عورتوں کے قتل اور زندہ جلائے جانے کے واقعات میں آئے دن اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور ہم تباہی و ہلاکت کے اس دہانے پر آپہنچے ہیں کہ مزید کوتاہی عظیم تباہی و ہلاکت کا پیش خیمہ ثابت ہوسکتی ہے، اس موقع پر یہ آیت یاد آتی ہے:

"واتقوا فتنة لا تصيبن الذين ظلموا منكم خاصة واعلموا أن الله شديد العقاب"(۱)

"تم وبال سے بچو کہ جو خاص انہی لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں ان گناہوں کے مرتکب ہوتے ہیں اور یہ جان لو کہ اللہ سخت سزا دینے والا ہے"۔

جہیز مخالف قانون جہیز اور جہیزی اموات کو روکنے میں ناکام:

افسوس کہ مروجہ تلک اور جہیز جو غیر شرعی ہے کی وجہ سے مسلم معاشرہ میں بھی خواتین کو جلانے اور ہلاک کرنے کی واردات بڑھتی جارہی ہیں حالانکہ یہی ایک امت ایسی ہے جو اپنے اعمال واخلاق سے

---

(۱) سورۂ انفال: ۲۵

ہندوستانی سماج میں پھیلی دیگر برائیوں کے ساتھ مروجہ تلک، جہیز، عورتوں پر ظلم و ناانصافی اور قتل و ہلاکت کے واقعات کو روکنے میں اہم رول ادا کرسکتی ہے مگر خود ان تمام امور کو انجام دے رہی ہے جو ہندوستانی سماج کے لیے ناسور بن چکے ہیں۔ صوبائی حکومتوں کے ساتھ مرکزی حکومت نے بھی سخت قوانین وضع کیے ہیں اور مختلف تنظیموں وسوسائٹیوں کی جانب سے بھی جہیزی ہلاکتوں کو روکنے کے لیے سعی و جد و جہد جاری ہے، لیکن ساری کوششیں بے سود ثابت ہوتی جارہی ہیں، جہیز مخالف قوانین کا خلاصہ پڑھئے اور غور وفکر کیجئے کہ ان سخت قوانین کے باوجود جہیز کی فرمائش اور جہیزی اموات میں کمی آنے کے بجائے اس میں آئے دن کیوں اضافہ ہوتا جا رہا ہے؟

"۱۹۵۰ء میں صوبہ بہار کی سرکار نے ہندوستان میں سب سے پہلے بہار قانون ساز اسمبلی میں "جہیز مخالف قانون" پاس کیا۔ ریاست بہار کا یہ قانون جہیز کے درندوں کے گلے میں پہلا طوق ثابت ہوا"

آٹھ سال بعد ۱۹۵۸ء میں آندھرا پردیش نے جہیز مخالف قانون پاس کیا۔ پھر ہندوستانی پارلیمنٹ نے ۱۹۶۱ء میں جہیز مخالف قانون پاس کیا، اس طرح ریاستی قانون ساز اسمبلی کے ذریعہ پاس کیا گیا جہیز مخالف قانون رد ہوگیا۔۔۔۔۔۔۔

پھر یہ طے پایا کہ اس قانون کو اور بھی زیادہ مؤثر اور طاقتور بنایا جائے۔ چنانچہ جہیز مخالف ترمیمی بل ۱۹۸۰ء میں پاس کیا گیا۔ اس ترمیمی بل کے مسودہ سے قانون داں مطمئن نہ ہوئے تو ۱۹۸۶ء میں پھر جہیز

مخالف ترمیمی بل پاس کیا گیا۔ جہیز ترمیمی قانون میں جہیز کو یوں واضح کیا گیا کہ ''شادی کے وقت یا پہلے ایک فریق دوسرے فریق کو یا کسی فرد کو پہلے یا شادی کے وقت قیمتی چیز، بانڈ، یا نقد سٹرٹیفکیٹ وغیرہ شادی کے متعلق دیا جائے تو وہ جہیز کہلائے ۔اس کے تحت کسی شکل میں جہیز کا طالب مجرم مانا جائے گا۔لیکن شادی کے وقت بغیر کسی مانگ کے بھینٹ یا تحفہ دولہا و دلہن کو اس کے والدین یا رشتے دار دے سکتے ہیں، یہ تحفہ عام رسم و رواج کے مطابق ہوگا۔ تحفے کی قیمت اس شخص کی معاشی حیثیت کے مطابق ہو، تحفے کی مکمل فہرست بنانی ہوگی۔ یہ فہرست شادی کے وقت یا بعد میں جلد تیار کی جانی چاہئے۔شادی کے وقت جو تحفہ دلہن کو دیا گیا وہ فہرست دلہن رکھے گی۔جو تحفہ دولہے کو دیا جائے اس کی فہرست دولہا رکھے گا ان فہرستوں میں ہر تحفہ کا مختصر تذکرہ اس کی قیمت، دینے والے شخص کا نام، دولہے دلہن سے اس کے رشتے کا تذکرہ ہونا چاہئے اس پر دولہے دلہن کے دستخط ہوں۔ ۱۹۸۵ء کے ترمیم کے مطابق دولہا دلہن یا اس کے والدین سے جہیز مانگنے کے جرم میں کم سے کم چھ ماہ کی سزا دی جاسکتی ہے جو دوسال تک بڑھائی جاسکتی ہے، دس ہزار یا جہیز کے برابر کی رقم دونوں میں جو زیادہ ہوگا جرمانہ کیا جا سکتا ہے۔ اگر کسی فرد کو چھ ماہ سے کم سزا دی جاتی ہے تو عدلیہ کے حاکم کو فیصلے کی کم مدت کی وجہ کا بھی ذکر کرنا ہوگا۔ ترمیم قانون ۱۹۸۶ میں سزا کی مدت چھ ماہ سے بڑھا کر پانچ سال کردی گئی ہے اور جرمانہ کی رقم دس ہزار سے بڑھا کر پندرہ ہزار کردی گئی ہے'' اس طرح سزا کی مدّت اور جرمانہ کی رقم کو بڑھا کر قانون کو سخت بنانے کی کوشش کی گئی ہے

۱۹۸۵ء کے ترمیم کے مطابق عدالت اپنی جانکاری پر یا پولیس رپورٹ پر یا جس شخص پر زیادتی ہوئی ہے اس کی شکایت پر یا اس کے والدین یا رشتے دار یا سماجی تنظیموں یا اداروں کی طرف سے شکایت ملنے پر کارروائی کرسکتی ہے۔ سماجی تنظیموں اور اداروں کا مرکزی حکومت یا ریاستی حکومت سے منظور شدہ ہونا ضروری ہے''۔

۱۹۸۵ء کے ترمیم کے مطابق اگر جہیز دلہن کے علاوہ کوئی اور شخص شادی سے پہلے لے لیتا ہے،تو وہ شادی ہونے کے تین ماہ کے اندر دلہن کو واپس کردے گا۔ اگر دلہن نابالغ ہے تو دلہن کی عمر ۱۸ سال ہونے کے تین ماہ کے اندر جہیز دلہن کو واپس کردے گا۔ اگر جہیز کا تبادلہ ہوتا ہے تو وہ دلہن یا اس کے جائز وارث کو ہی دیا جانا چاہئے۔ عدالت کے ذریعہ تحریری شکل میں حکم نامہ جاری ہونا چاہئے کہ مجرم دلہن کو مقررہ وقت میں جہیز واپس کردے اس حکم کی تعمیل نہ ہونے پر جہیز کی قیمت جرمانہ کی شکل میں مجرم سے وصول کی جائے گی جو دلہن کو دیا جائے گا۔ ۱۹۸۶ء کے ترمیم کے مطابق اب یہ ذمہ داری دلہن کے رشتے داروں پر تھی کہ وہ ثابت کردیں کہ انہوں نے کتنا جہیز دیا۔ اس ترمیم سے عورتوں کو سہولت پہنچانے کی کوشش کی گئی۔

۱۹۸۶ء کا جہیز ترمیمی قانون کی اہم دفعہ قابل قدر مانا جائے گا جس کے تحت اڈین پینل کوڈ ۱۹۶۰ء میں نئی دفعہ ۱۳۰۶ کا اضافہ کردیا گیا جس کے مطابق اگر شادی کے سات سال کے اندر کسی شادی شدہ عورت کے جلنے یا جسمانی اذیت وغیرہ کی وجہ سے اس کی موت ہوتی ہے اور اگر یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے شوہر یا دوسرے رشتہ داروں کے ذریعہ تکلیف

سے اس کا آغاز کرتے ہوئے عورتوں کو حق تلفی، ظلم وستم، قتل وایذا رسانی
اور خودکشی سے نجات دلانے اور ظالموں اور انسانی درندوں کے خلاف
ایک زبردست مہم کا آغاز کرنا ہوگا۔اور مذہب و ملت سے بالاتر ہوکر
عورت دی جاتی ہے یا ظالمانہ سلوک کیا جاتا تھا تو ایسی صورت میں اس
موت کو جہیزی موت کہا جائے گا۔ جن رشتہ داروں یا شوہروں کی وجہ سے
موت ہوتی ہے ان سب کو کم سے کم سات سال جیل کی سزا دی جائے گی۔
جو عمر قید تک بڑھائی جاسکتی ہے''۔

اس دفعہ کا اضافہ جہیز مخالف قانون میں ایک نیا سنگ میل مانا
جائے گا۔ اس دفعہ کے ذریعہ ملک میں تیزی سے بڑھ رہی جہیزی اموات
کو قانون کی گرفت میں لینے کی کوشش کی گئی۔ اس قانون میں یہ بات
بھی صاف طور پر واضح کردی گئی ہے کہ کرمنل پروسیچو کوڈ ۱۹۷۳ء اور گواہ
قانون کو زیادہ سے زیادہ موثر بنا سکے۔

اس ترمیم کی رو سے کسی بھی فرد کے ذریعہ لڑکا یا لڑکی کی شادی
کسی اخبار یا رسالے میں یا کسی ذرائع سے دولت کی جانکاری دینے
والے اشتہار کو ممنوع قرار دیا گیا ہے اگر کوئی فرد یا اخبار اس قسم کے
اشتہار شائع کرتا ہے تو غیر قانونی مانا جائے گا۔

۱۹۸۶ء کی ترمیم کے مطابق جہیز مخالف آفیسر اور اس کی مدد کے
لئے ایک بورڈ قائم کیا جائے، جو جہیز کے متعلق معاملات کی تفتیش کرے
گا اور اس بدنما داغ کو سماج سے دور کرنے کی کوشش کرے گا۔ جہیز
مخالف آفیسر کو یہ اختیار ہوگا کہ جہیز کی روک تھام کے ہر ممکن

اقدامات اٹھائے اس آفیسر کی بحالی سرکار کی طرف سے ہوگی۔''

قومی ایوانوں نے سخت ٹھوس اور با اثر قانون بنا کر ہندوستانی
سماج میں تیزی سے بڑھ رہے اس ناسور کو روکنے کی ہر ممکن کوشش کی
ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ کیا ان قوانین سے جہیز کی لعنت ختم ہوجائے گی۔
آج بھی جہیز سے مرنے والے افراد کے اعداد وشمار پر نظر ڈالیں تو پتہ
چلے گا کہ ان میں بتدریج اضافہ ہی ہو رہا ہے۔ جہیز کو اگر صفحہ ہستی سے مٹانا
ہے تو ہمیں آگے آکر سماج میں اس کے لئے جدو جہد کرنی ہوگی۔ ایئر
کنڈیشن کمروں میں بیٹھ کر صرف دلفریب نعرہ لگانا مفید نہیں ہوگا بلکہ ہمیں
مل کر ایک ایسے پختہ سماج کی تعمیر کرنی ہوگی جہاں جہیز کے ان درندوں کو
پنپنے کا موقع ہی نہ مل سکے۔ (۱)

سلمان ھی اس ملک کو اس عظیم فتنه سے بچا سکتا ھے :

ان حالات میں امت مسلمہ کو ایک انقلابی قدم اٹھانا ہوگا اور
دوہری ذمہ داری کو نبھانا ہوگا۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے اپنے گھر،
خاندان، اور معاشرہ کو جائز حقوق دلانے اور اس کو درپیش مسائل و
مشکلات سے نجات و رہائی دلانے کے لئے عزم مصمم اور جہد مسلسل کرنا
ہوگا۔ اور اپنے قول وعمل سے برادران وطن کو درس عبرت حاصل کرنے کا
موقع فراہم کرنا ہوگا۔

ترجمان جنوب ۲۸/۹/۲۰۰۳ء ص۱۲۔ عنوان جہیز مخالف قانون

احتساب اور مستقبل کے لئے لائحہ عمل :

ظالم کوظلم سے روکنے ، مظلوم کی مدد کرنے ، لڑکیوں کی ہلاکت روکنے، عورتوں کوحقوق دلانے اور پاکیزہ خاندان و معاشرہ وجود میں لانے کے لیے ضروری ہے کہ سب سے پہلے والدین کی ذہن سازی کی جائے کہ وہ اپنی لڑکی کی پیدائش پر خوشی کا اظہار کریں، اور ان کی پرورش و نگہداشت اور تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ دیں، اور ان کو اسلامی تعلیمات کی بقدرِ ضرورت تعلیم کے ساتھ ان کی فکر کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کی سعی کریں، اور بلوغ کے بعد ان کی شادی ایسے لڑکے سے کریں جو دیندار ہو اور ان کا گھرانہ دیندار ہو، چاہے ان کے پاس دولت وثروت اور عہدہ ومنصب نہ ہو۔لڑکے کے والدین کی بھی ذہن سازی کی جائے کہ وہ اپنے لڑکے کو بقدرِ ضرورت دینی واسلامی تعلیمات سے ضرور آگاہ کریں، اور اپنے لڑکے کا پیغام اس لڑکی کو دیں جو اسلامی تعلیمات سے آراستہ اور اس پر عمل پیرا ہو اور امور خانہ داری سے واقف ہو۔ جب میاں بیوی دونوں اپنے حقوق و ذمہ داریوں سے واقف ہوں گے تو یہ سب کچھ نہیں ہوگا جو آج مسلم معاشرہ میں دیکھنے میں آرہا ہے۔

اگر ہم لڑکی کی صحیح تربیت کرلیتے ہیں تو انشاء اللہ ساری مشکلات کا خاتمہ ہوجائے گا، یہی لڑکی جو آج نند کی شکل میں اپنی بھاوج کو ستاتی نظر آتی ہے کل خود بہو بن کر مسائل سے دوچار ہوتی ہے اور آئندہ ساس بن کر اپنی بہو کے لیے عذاب بن جاتی ہے۔اگر لڑکیوں کی صحیح تعلیم وتربیت ہوجائے تو تلک فرمائشی جہیز اور رسم و رواج اور بدعات وخرافات، ظلم وستم اور قتل و ایذا

رسانی کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہوجائے گا۔عورت اپنے شوہر کو اس بات پر مجبور کرسکتی ہے کہ وہ اپنے لڑکے کے لیے دیندار بہو لائے گی اور تلک وجہیز اور دیگر لوازمات کے بجائے سادگی کے ساتھ اپنے بیٹے کی شادی کرے گی، لیکن افسوس کہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔اگر ساس اپنی بہو کا اس طرح خیال رکھے جس طرح اپنی بیٹی کا خیال رکھتی ہے اور حتی الامکان اپنی بہو سے اتنی ہی محبت والفت کرے جتنی وہ اپنی بیٹی سے کرتی ہے اور یہ ذہن میں رکھے کہ اگر میری بیٹی کے ساتھ ظلم وستم اور طعن وتشنیع کا معاملہ کیا جائے اس کو اس کا شوہر طلاق دے دے یا خودکشی پر مجبور کردے یا اس کو قتل کردے یا جلا دے تو اس پر اور اسکے خاندان والوں پر کیا گذرے گی، لیکن ایسا نہیں سوچتی ہے خود جب بہو تھی تو اپنی ساس کی خامیاں گنائے نہیں تھکتی تھی، آج خود ساس ہے تو ماضی کو بھول گئی، لیکن مسلم معاشرہ میں ایسی ساسوں کی بھی کمی نہیں جو اپنے اخلاق وکردار سے اپنی بہو کی تربیت کرتی ہیں، اس کی کوتاہیوں اور غلطیوں سے صرف نظر کرتی ہیں، اور ایسی بھی مثالیں موجود ہیں کہ شوہر کو بیوی کسی وجہ سے ناپسند ہے تو ماں اپنے بیٹے کی بتدریج ذہن سازی کرتی ہیں اور اس کو اپنی بیوی سے محبت والفت کرنے پر اکساتی ہیں اور ستانے و زیادتی کرنے سے روکتی ہیں اور اگر خسر کو بھی بہو پسند نہیں ہے تو بھی ساس کی وجہ سے بہو اس گھر میں سکون واطمینان سے زندگی گذار لیتی ہے۔ بہو کو سکون واطمینان کی زندگی عطا کرنے اور مستقبل کو خوشگوار و لطف اندوز بنانے میں ساس کا کردار نہایت اہم ہوتا ہے، لیکن افسوس اگر ساس کو بہو ناپسند ہے تو بہو کے لیے موافق ماحول بھی چند دنوں میں مخالف بن جاتا ہے ایسے موقع پر شوہر کا

کردار اہم ہوتا ہے، لیکن اگر وہ اپنی حکمت سے اپنی ماں اور بیوی دونوں کو خوش رکھے اور دونوں کی غلط فہمیوں کا ازالہ کرنے کی سعی کرے حتی الامکان دونوں کے حقوق کو ادا کرنے کی سعی کرے اور اس بات کو مدِ نظر رکھے کہ اللہ اس کی پوشیدہ باتوں سے آگاہ ہے اور اپنے کیے کا حساب اللہ کے سامنے دینا ہوگا۔

بیوی کے لئے علیٰحدہ رہائش ایک شرعی حق :

اگر ماں اور بیوی کے درمیان صلح وصفائی نہ ہو سکے تو اپنی بیوی کے رہائش کا الگ نظم کرے جو حق سکنیٰ اس کو شریعت کی طرف سے حاصل ہے۔ اللہ فرماتا ہے:

اسكنوهن من حيث سكنتم من وجدكم ولاتضاروهن لتضيقوا عليهن ، وان كن اولات حمل فانفقوا عليهن حتى يضعن حملهن. (۱)۔

’’تم ان (مطلقہ) عورتوں کو اپنی وسعت کے موافق رہنے کا مکان دو جہاں تم رہتے ہو اور ان کو تنگ کرنے کے لیے (اس کے بارے میں) تکلیف مت پہونچاؤ اور اگر وہ (مطلقہ عورتیں حمل والیاں ہوں تو حمل پیدا ہونے تک ان کو (کھانے پینے کا) خرچ دو۔‘‘

ھدایہ میں ہے:

وعلى الزوج ان يسكنها فى دار مفردة فيها احد من اهله ان تختار ذلک،لان السكنى من كفايتهافيجب لها كالنفقة وقد اوجبه الله تعالىٰ مقروناً بالنفقة واذا وجب حقا لها ليس له ان يشرک

(۱) سورۂ طلاق/۶

غيرها فيه ،لانها يتضرى به فانها لاتامن على متاعها ويمنعها عن المعاشرة مع زوجها ومن ا لاستمتاع الا ان تختار لانها رضيت بانتقاص حقها. (۱)۔

’’اور شوہر پر واجب ہے کہ بیوی کو ایسے مکان میں رکھے جس میں اس کے گھر والوں میں کوئی نہ ہو مگر یہ کہ عورت خود ایسا پسند کرے اس لیے کہ سکنیٰ اس کا بنیادی حق ہے تو وہ اسکے لیے واجب ہوگا جیسا کہ نفقہ واجب ہے اور جب رہائش بیوی کے بنیادی حق کے طور پر واجب ہے تو شوہر کو اختیار نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے کو اس میں ساتھ رکھے اس لیے کہ اس کو اپنے مال واسباب کے سلسلے میں بےفکری نہیں رہے گی اور اپنے شوہر کے ساتھ بےتکلف رہنے اور خاص تعلق قائم کرنے میں رکاوٹ ہوگی مگر یہ کہ وہ خود پسند کرے اس لیے کہ وہ خود اپنے حق کو کم کرنے پر راضی ہے۔‘‘

علامہ ابن عابد بن شامی نے بیوی کے حق سکنیٰ پر گفتگو کی ہے تفصیل کے طالب وہاں رجوع کریں، یہاں صرف ایک عبارت دی جارہی ہے جس سے یہ بات واضح ہوجائے گی کہ اس مکان میں رکھا جائے جس میں شوہر کے متعلقین ورشتہ داروں میں سے کوئی نہ ہو۔

ولو أراد ان يسكنها مع ضرتها أو مع احمائها كأمه وأخته و بنته فأبت فعليه ان يسكنها فى منزل منفرد لان أباها دليل الاذى والضرر ولانه يحتاج الى جماعهاو معاشرتها فى أى وقت يتفق ولا يمكن ذلک مع ثالث(۲)۔

(۱) ھدایہ جلد۲/ص ۴۲۱ کتب خانہ رشیدیہ دہلی

(۲) ردالمحتار لابن عابد بن جلد۲/ص ۶۶۳

''اگر شوہر چاہے کہ بیوی کو اس کے سوکن یا اپنے رشتہ داروں جیسے بہن ماں (دوسری بیوی سے) اپنی بیٹی کے ساتھ رکھے پس وہ انکار کرے تو اس پر لازم ہوگا کہ اسے الگ مکان میں ٹھہرائے اس لیے کہ (ساتھ رہنے سے) اس کا انکار (اس کے لیے) تکلیف اور نقصان کی دلیل ہے۔ نیز اس لیے کہ اسے اس کے ساتھ خاص تعلق قائم کرنے اور بے تکلف رہنے کی ضرورت کسی وقت بھی ہوسکتی ہے اور کسی تیسرے کے ہوتے ہوئے یہ چیز ممکن نہیں ہے''۔

مذکورہ دلائل سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ شوہر پر حسبِ وسعت و طاقت اپنی بیوی کی رہائش کا انتظام کرنا واجب ہے اور جب تک بیوی نہ چاہے اس وقت تک اپنے رشتہ داروں کے ساتھ اس کو نہ رکھے۔ جب عورت کو اسکا حقِ سکنیٰ دے دیا جائے تو بیشتر مصائب و آلام اور لڑائی جھگڑے کا خاتمہ ہوجائے گا البتہ شوہر کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ جہاں اپنی بیوی کے حقوق و واجبات کو پورا کرے اور اس کے ساتھ الفت و محبت اور حسنِ سلوک کرے وہیں اپنے والدین کے حقوق اور رشتہ داروں کے حقوق کی ادائیگی کی فکر رکھے۔ والدین کی اطاعت وفرمانبرداری اور ان کی خدمت و دیکھ ریکھ میں ہرگز کوتاہی نہ کرے ورنہ اس کو دونوں جہانوں میں ذلت ورسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ بیوی اور والدین کی رہائش الگ ہوجانے کی صورت میں لڑائی جھگڑے ختم ہوں گے اور آپسی محبت قائم رہے گی، اگر بیوی اس کے والدین کی خدمت نہیں کرتی ہے تو وہ اس پر کوئی جبر و اکراہ نہیں کرسکتا ہے۔ شوہر اپنے والدین کی خود خدمت کرے یا کسی اور کو اس کام پر مامور کرے، البتہ

بیوی پر اخلاقی ذمہ داری عائد ہوگی کہ وہ اپنے شوہر اور اسکے رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کرے اور ان کی خدمت کرنے کو اپنے لیے سعادت سمجھے اور اپنے کسی عمل سے شوہر کو پریشانی و تکلیف میں مبتلا نہ کرے، خصوصاً ایسے ماحول میں جبکہ ہندوپاک کے بیشتر لوگ مشترکہ خاندانی نظام کے تحت زندگی گذار رہے ہیں، لوگ عموماً اپنے والدین کی زندگی میں اپنے بیوی بچوں کو علیٰحدہ رکھنے پر آمادہ نظر نہیں آتے ہیں اور معاشرہ میں بھی اس کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا نہیں جاتا ہے، ان حالات میں عورت کو چاہیے کہ رہائش کے علیٰحدہ انتظام کے لیے صبر وسکون اور اخلاقی حدود میں رہتے ہوئے شوہر سے رہائش کا مطالبہ کرے اور جب تک شوہر علیٰحدہ نظم نہ کردے اس وقت تک ان کے والدین اور رشتہ داروں کے ساتھ پردہ کا اہتمام کرتے ہوئے زندگی گذارے اور اپنے قول وعمل سے کسی کو تکلیف وصدمہ نہ پہونچائے اور گھریلو کام کاج کو بحسن وخوبی انجام دینے کی کوشش کرے اور شوہر کے آرام وراحت کا خوب خیال رکھے۔

والدین کی خدمت اور احترام:

اسلام نے جہاں ایک شخص کو بیوی کے حقوق ادا کرنے کا پابند بنایا ہے وہیں اُس پر والدین کی خدمت اور احترام کرنا لازم قرار دیا ہے۔ لہٰذا بیوی کے حقوق ادا کرتے ہوئے والدین کے حقوق پامال نہ ہوں اِس کا ہر لمحہ خیال وفکر رکھنا ایک نیک وفرماں بردار فرزند کا شعار ہے۔

والدین کی خدمت وفرماں برداری پر اللہ نے جنت کا وعدہ کیا ہے اور اپنی عبادت کے ساتھ والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کا حکم

دیا ہے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :''قضیٰ ربُّک الا تعبدوا الاّ اِیاّہُ وبالوالدین اِحساناً'' (۱)

''اور تیرے رب نے حکم کردیا ہے کہ تم اُس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کرو۔''

اِس آیت میں اللہ پاک نے اپنی عبادت کے بعد والدین کے ساتھ احسان کرنے کا حکم دیا ہے جس سے والدین کی خدمت و فرماں برداری کی اہمیت واضح ہوجاتی ہے۔

اگلی آیت میں والدین کو اُف تک نہ کہنے کا حکم دیا ہے:

'' اِماّ یبلُغنَّ عندک الکبر أحدھما أو کلاھما فلا تقلُ لھما اُفٍّ ولا تنھرھما وقل لھما قولاً کریماً واخفِضُ لھما جناحَ الذل من الرحمة وقل رَّب ارحمھما کما ربیٰنی صغیراً '' (۲)

''اگر تیرے پاس اِن میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو اُن کے آگے اُف تک نہ کہنا اور نہ اُن کو جھڑکنا اور اُن سے خوب ادب سے بات کرنا اور اُن کے سامنے نرمی سے انکساری کے ساتھ جھکے رہنا اور یوں دعا کرتے رہنا کہ میرے پروردگار! اِن دونوں پر رحمت فرمایئے جیسا کہ انھوں نے مجھے بچپن میں پالا پوسا اور پرورش کی ہے۔''

بخاری شریف میں ہے :''عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنه قال ! سألتُ رسولَ اللہ ﷺ ایُّ العمل أحبُّ الی اللہ؟ قال! الصلوٰۃُ علی وقتھا، قال ! ثم ایُّ ؟ ثم قال ! برّالوالدین ، قال ! ثم ایُّ ؟ قال ! الجھاد فی سبیل اللہ'' (۳)

(۱) بنی اسرائیل ۲۳ (۲) بنی اسرائیل ۲۴ (۳) بخاری ج۔۵ صفحہ ۲۲۲۷ حدیث نمبر ۵۶۲۵

''عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا! اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل کونسا ہے؟ آپ صلی اللہ نے فرمایا! نماز اپنے وقت پر، پھر میں نے کہا! پھر کونسا عمل؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! والدین کے ساتھ حسن سلوک، میں نے کہا پھر کونسا؟ آپ نے فرمایا! اللہ کے راستے میں جہاد کرنا''۔

تین اشخاص پر جنت حرام ہے ، اِن میں سے ایک والدین کا نافرمان بھی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''......ثلاثة لا یدخلون الجنة العاق لوالدیه والمدمن علی الخمر والمنان بما أعطی ''(۱)

''تین قسم کے لوگ جنت میں داخل نہیں ہوں گے ۔ والدین کی نافرمانی کرنے والا، شراب کا عادی اور دینے کے بعد احسان جتانے والا''۔

امت مسلمہ کی دوھری ذمہ داری :

امتِ مسلمہ جو برائیوں کو مٹانے، نیکیوں کو پھیلانے، ظالم وظلم کو ختم کرنے اور حق و انصاف کو عام کرنے کے لیے برپا کی گئی تھی آج خود ان کے معاشرے میں عورتیں اپنے حقوق سے محروم ہیں اور مصائب و آلام میں گرفتار ہیں قتل بھی کی جارہی ہیں اور زندہ بھی جلائی جارہی ہیں،ان حالات میں کیا امتِ مسلمہ دیگر اقوام و مذاہب کی عورتوں کو زندہ جلنے سے بچاسکتی ہے اور ان کو مختلف قسم کی تکالیف و پریشانیوں سے نجات دلاسکتی ہے۔ اگر حضور ﷺ زندہ ہوتے اور ہندو، سکھ،عیسائی،جین،بدھ یا کسی بھی مذہب وقوم کی لڑکی پر ظلم ہوتا اور اس کو زندہ جلادیا جاتا تو دنیا میں سب سے زیادہ قلق وصدمہ آپ کی ذات

(۱) نسائی ج ۵ ص ۸۰ باب المنّان بما أعطیٰ

اقدس کو ہوتا اور آپﷺ کو اس وقت تک قرار نہ آتا جب تک کہ یہ ظالمانہ کاروائی بند نہ ہوجاتی۔ہم صرف اس بات سے مطمئن ہیں کہ مسلم معاشرہ میں جہیز کی وجہ سے عورتوں کی ہلاکت فیصد صرف آٹھ ہے۔دیگر تو ہندومت سے تعلق رکھنے والی ہیں۔ حالانکہ بحیثیت امتِ مسلمہ کسی بھی قوم ومذہب کی لڑکی جلائی جائے تو ہمیں سب سے زیادہ قلق وصدمہ ہونا چاہیے اوراس کے خلاف سب سے پہلے مؤثر اقدامات کرنے چاہیے۔ہمیں اپنا احتساب کرنا ہوگا کہ ہم ان فرائض وذمہ داریوں کوادا کررہے ہیں جو ہم پر عائد ہوتی ہیں۔کیا ہمیں یاد نہیں کہ سارے جہاں کے پالنہار کے سامنے اپنے کیے کا حساب دینا ہوگا اور اپنے کیے کا بدلہ اس آخرت کی زندگی میں پانا ہے جو ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ترک پر عذاب الٰہی:

حضرت حذیفہؓ روایت کرتے ہیں نبی کریمﷺ نے فرمایا:

والذی نفسی بیدہ لتأمرن بالمعروف ولتنھوُنّ عن المنکر أولیوشکن اللہ ان یبعث علیکم عقابا منہ ثم تدعونہ فلا یستجاب لکم. (۱)

’’اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم لوگ ضرور بالضرور لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے رہو اور برائیوں سے روکتے رہو،اگرایسا نہ کروگے تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب مسلط کردے پھرتم اس عذاب سے نجات کی دعائیں مانگو اور دعائیں قبول نہ ہوں گی‘‘۔

حضرت نعمان بن بشیرؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ کے (قانونی) حدود توڑنے والے گنہگار ہیں اور جو

(۱) ترمذی جلد۴/ص۴۰۶/ حدیث/۱۲۶۹

لوگ ان کو دیکھ کر چشم پوشی اور مداہنت کرنے والے ہیں (یعنی باوجود قدرت کے ان کو نہیں روکتے) ان دونوں گروہوں کی مثال اس قوم کی مانند ہے جو ایک کشتی میں (بحری جہاز) میں قرعہ ڈال کر سوار ہوئے، بعض کشتی کے نچلے طبقہ میں اور بعض اوپر کے طبقہ میں سوار ہوگئے (یعنی قرعہ اندازی سے جس کو جو جگہ ملی وہ وہاں جا بیٹھا) جو لوگ نچلے طبقہ میں تھے وہ پانی لے کر اوپر سے گزرے (تو ان کو اس سے تکلیف محسوس ہوئی) تو انہوں نے کہا اگر ہم اپنے خاص حصہ میں سوراخ کرلیں تو اوپر والے کو تکلیف نہیں ہوگی (حضرت محمدﷺ نے فرمایا) اگر وہ (اوپر والے) ان کو اسی حال میں چھوڑ دیں جو انہوں نے ارادہ کیا تو تمام لوگ ہلاک ہوجائیں گے اگر انہوں نے نچلے طبقہ کا ہاتھ پکڑ لیا تو وہ ہلاکت سے بچ جائیں گے اور سبھی نجات پالیں گے۔(۱)

☆☆☆

(۱) بخاری شریف جلد۲ص۸۸۲، ۲۳۶۱

حرفِ آخر

مذکورہ تفصیلات سے یہ بات عیاں ہوگئی کہ ہندوستانی سماج میں خواتین کومختلف مشکلات اور ناانصافیوں کی سامنا ہےاورآئے دن ان کے مسائل میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ سماج میں عدم مساوات، ذلت وحقارت اور شادیوں میں دشواریوں کی وجہ سے لڑکیاں پیدا ہونے سے پہلے ہلاک کی جارہی ہیں اور پیدائش کے بعد بھی مختلف بے رحمانہ طریقے سے ہلاک کی جارہی ہیں۔ لیکن جو لڑکیاں ان کاروائیوں سے بچ جاتی ہیں۔ان کی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ نہیں دی جاتی ہے، اور بقدرضرورت دینی وعصری تعلیم اور صنعت وحرفت کا مناسب نظم نہیں کیا جاتا ہے۔ جبکہ لڑکوں کی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے اور انہیں اس لائق بنانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ وہ سماج میں عزت وعہدہ کے ساتھ مناسب دولت بھی کماسکیں۔ چند لڑکیاں جو اعلیٰ تعلیم اور ہنر سیکھ کر ملازمت وتجارت سے وابستہ ہوجاتی ہیں ان کو مختلف قسم کی پریشانیوں ومشقتوں کا سامنا ہے۔ رہی بات ان کی شادیوں کی تو رسوم ورواج اور تلک وجہیز کی وجہ سے دشوار ترین ہوگئی ہیں اگر بہت تگ ودو اور مشقت کے بعد ان کی شادیاں ہوجائیں تو مزید سسرالی مطالبات کی وجہ سے ذہنی وجسمانی تکالیف سے دوچار ہوتی ہیں اور بسا اوقات زندہ جلادی جاتی ہیں یا خودکشی پر مجبور کردی جاتی ہیں۔ یا رشتہ نکاح کو ہی ختم کر دیا جاتا ہے۔ان کاروائیوں میں جہاں شوہر اور خسر ملوث ہیں وہیں ساس اور نند بھی ملوث نظر آتی ہیں۔

جن حالات سے ہندوستان کی خواتین گذر رہی ہیں اگر اس کے خاتمہ کی کوشش نہیں کی گئی تو لڑکی کی پیدائش کم سے کم ہوتی چلی جائے گی۔

اورلڑکیوں سے نجات پانے کے رجحان میں مزید تیزی آئے گی۔ اور طوائفوں کی تعداد بڑھتی چلی جائے گی۔ زنا، عریانیت، اغوا، زنا بالجبر کے واقعات میں مزید تیزی آئے گی۔ ان حالات میں امت مسلمہ ہی اہم کردار ادا کرسکتی ہے، اورقوم و مذہب سے بلند ہوکر خواتین کے مسائل و مشکلات کا خاتمہ کرسکتی ہے۔ اوراپنے قول وعمل سے انقلاب برپا کرسکتی ہے اور اللہ اور اس کے رسول نے اس امت کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا حکم دیا ہے۔ اوران امور کی انجام دہی پر اجر وثواب اور جنت کا وعدہ کیا ہے اوران امور کی کوتاہی وغفلت پر گرفت کا فیصلہ کیا ہےاورمکمل کوتاہی پر عذاب الٰہی کا بھی اعلان کیا ہے۔ لہٰذا ہندوستان کے مسلمانوں کو جہاں اپنے خاندان اور معاشرہ کی اصلاح و درستگی کے لئے کمربستہ ہوجانا چاہیئے وہیں ہندوستان کے تمام خاندان اورسماج کی اصلاح و درستگی کے لئے ہرممکن قربانی کے لئے تیار ہوجانا چاہیئے، ورنہ اس ملک کو عذاب و ہلاکت سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”واتقوا فتنة لا تصيبن الذين ظلموا منكم خاصة واعلموا أن الله شديد العقاب“(۱)

”تم وبال سے بچو کہ جو خاص انہی لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں ان گناہوں کے مرتکب ہوتے ہیں اور یہ جان لو کہ اللہ سخت سزا دینے والا ہے“۔

اب عورتوں پر ہو رہے مظالم کے خاتمے اور ان کو ہر جائز حق دلانے کا وقت آ پہنچا ہے۔ مزید کوتاہی ایک بڑی تباہی کا ذریعہ بن سکتی ہے اس کے ساتھ ہی اب ایک ایسے تعلیمی وتربیتی ماحول کو برپا کرنے کی

(۱) سورۂ انفال:۲۵

ضرورت ہے جس میں افراد صحیح تعلیم و تربیت سے آراستہ ہوسکیں مثلاً لڑکیون کو آئندہ سسرال میں کس طرح زندگی گذارنی ہے۔ شوہر کے کیا حقوق ان پر عائد ہوتے ہیں ۔ ایک مثالی بیوی ، مثالی بہو اور مثالی ماں کے کیا اوصاف و صفات ہیں ۔ صبر پر اسلام نے کیا کیا اجر وثواب متعین کیا ہے۔ خودکشی ، بداخلاقی و بدکرداری کے دنیا و اخرت میں کیا نقصانات ہیں ان سب کے متعلق عورتوں کو تعلیم دی جانی چاہیۓ اور ان کی اس طرح تربیت کی جانی چاہیۓ جس کے ذریعہ وہ مثالی بیٹی، مثالی بیوی، مثالی بہو، مثالی ساس اور مثالی عورت کا کردار معاشرہ میں ادا کر سکے۔ اور اسی طرح لڑکوں کی ایسی تعلیم و تربیت کی جانی چاہیۓ جس سے وہ مثالی بیٹا ، مثالی شوہر، مثالی باپ اور مثالی مرد کا کردار معاشرہ میں ادا کر سکے۔

اللہ ہمیں اپنا احتساب کرنے اور برائیوں سے خود بچنے اور دوسروں کو بچانے کی توفیق و ہمت عطا فرمائے اور ہماری زندگی کو اسلام کا سچا ترجمان بنادے تاکہ دوسروں کو نصیحت و درس حاصل ہو۔

وما توفیقی الا باللہ وعلیہ توکلت والیہ انیب۔

☆☆☆

مراجع

نمبر شمار	کتاب	مصنف	ناشر
۱۔	قرآن مجید		
۲۔	تفسیرالفخر الرازی	محمد الرازی فخرالدین بن علامه ضیاء الدین عمر	دارالفکر بیروت ۱۹۸۵
۳۔	الجامع لأحکام القرآن	محمد بن احمد القرطبی	دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان ۱۹۸۵م
۴۔	الدر المنثور	امام جلال الدین سیوطی	دارالمعرفه بیروت
۵۔	بیان القرآن	مولانا اشرف علی تھانوی	تاج پبلیشرز۔ دھلی
۶۔	المعجم المفهرس لألفاظ القرآن الکریم	محمد فواد عبد الباقی	دارالحدیث القاهره
۷۔	صحیح البخاری	ابو عبدالله محمد بن اسمٰعیل البخاری الجعفی	دارالمعرفه بیروت
۸۔	صحیح مسلم	محمد بن الحجاج القشیری النیشاپوری	دار احیاء التراث العربی بیروت
۹۔	سنن ابی داؤد	ابوداؤد سلیمان بن الأشعب السجستانی الازدی (۲۷۵ھ)	دارالحدیث القاهره
۱۰۔	ترمذی	ابو عیسی محمد بن عیسیٰ بن سوره	دارالکتب العلمیه بیروت
۱۱۔	سنن ابن ماجه	محمد بن یزید بن ماجه القزوینی	المکتبة العلمیة بیروت
۱۲۔	سنن النسائی	ابو عبد الرحمن احمد النسائی	دار احیاء التراث العربی بیروت
۱۳۔	مسند احمد بن حنبل		دارالفکر العربی بیروت
۱۴۔	سنن الدارمی	ابو محمد عبد الله بن عبد الرحمن بن الفضل بن بهرام الدارمی	دارالفکر بیروت

۱۵۔ کنز العمال	علامہ علاؤ الدین علی المتقی	مؤسسة الرسالة بیروت ۱۹۸۵
۱۶۔ نیل الأوطار	محمد الشوکانی	دار احیاء التراث العربی بیروت
۱۷۔ الترغیب والترھیب	حافظ زکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی المنذری	درا الایمان دمشق
۱۸۔ مجمع الزوائد	حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الھیثمی	دار الکتاب العربی بیروت
۱۹۔ مرقاة المفاتیح	ملا علی بن سلطان محمد القاری	مکتبہ امدادیہ ملتان
۲۰۔ المعجم المفھرس لألفاظ الحدیث النبوی	لفیف من المستشرقین	مکتبہ بربل فی مدینة لندن (۱۹۳۶)
۲۱۔ رد المحتار	علامہ ابن عابدین الشامی	دارالکتب العلمیة بیروت
۲۲۔ المحلّیٰ	ابن حزم الاندلسی	دار الکتب العلمیة بیروت
۲۳۔ الھدایة	برھان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی (۵۹۳ھ)	کتب خانہ رشیدیہ دھلی
۲۴۔ الفقہ الاسلامی و ادلتہ	وھبہ الزحیلی	دارالفکر بیروت
۲۵۔ فقہ السنة	السید سابق	دارالکتاب العربی بیروت
۲۶۔ استاذ المرأة	محمد بن سالم بن حسین الکرادی البھانی	مکتبہ الثقافة المدینة المنورہ
۲۷۔ مسلم پرسنل لا اور اسلام کا عائلی نظام	شمس تبریز خان	مجلس تحقیقات و نشریات لکھنؤ
۲۸۔ سیرۃ النبیؐ	علاّمہ سید سلیمان ندوی	دارالمصنفین، اعظم گڑھ

۲۹۔ جہیز ایک ناسور	مولانا محمد شمشاد ندوی	فرید بکڈپو دہلی
۳۰۔ مغربی میڈیا اور اس کے اثرات	مولانا نذر الحفیظ ندوی	
۳۱۔ انڈیا ٹوڈے		دہلی
۳۲۔ دینک بھاسکر ہندی		جے پور
۳۳۔ سہ روزہ دعوت		نئی دہلی
۳۴۔ ندائے ملت		لکھنؤ
۳۵۔ نقیب امارت شرعیہ		بہار
۳۶۔ ریڈینس (انگریزی)		دہلی
۳۷۔ دی جنرل مسلم ورلڈ لیگ (انگریزی)		مکہ سعودی عرب
۳۸۔ ترجمان جنوب		بنگلور
۳۹۔ تعمیر حیات		دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

☆☆☆

مصنف کی دیگر کتابیں

۱۔ جہیز ایک ناسور (پہلا ایڈیشن) ، جہیز ایک ناسور (دوسرا ایڈیشن) ، جہیز ایک ناسور (ہندی ایڈیشن)

۲۔ ہندوستان میں عورتوں کو درپیش مسائل ومشکلات ۳۔ اصلاحِ معاشرہ اور اسلام

۴ جان و مال اور عزت کی قدر و قیمت

۵ چند عظیم شخصیات

۶ عورت اسلامی معاشرہ میں

۷ یادِ رفتگاں

۸ اسلام کا نظام تجارت

۹ نقوشِ ہدایت

۱۰ مدارس اسلامیہ اور جدید تقاضے

۱۱ چراغ راہ

۱۲ اسلامی معلومات (سوال و جواب کے آئینہ میں)

۱۳ رشوت کی شرعی حیثیت

۱۴ اسلامی نعت رسول اکرم ﷺ

۱۵ مدارس اسلامیہ کے طلبہ: خصوصیات اور مواقع

۱۶ اسلامی معاشرہ

۱۷ مثالی خاندان

۱۸ اسلام کا نظام طلاق

۱۹ ارکانِ اسلام

۲۰ نظام الطلاق فی الا سلام و اهمیته و ضرورته

۲۱ مہد سے لحد تک

۲۲ اصلاح معاشرہ اور اسلام (جلد دوم)

۲۳ منتخب احادیث مع ترجمہ

۲۴ تحفۃ الاطفال

۲۵ حقوق العباد

۲۶ جہیز علماء اسلام کی نظر میں

۲۷ ۱۰۰ مسلم مجاہدین آزادی

۲۸ چمن چمن کے پھول (پسندیدہ اشعار کا مجموعہ)

۲۹ مذاہب عالم

۳۰ مطالعہ کتب